www.novelsclubb.com
NC arts
نفس
از قلم سمائکہ تنویر
IG / FB: NOVELSCLUBB

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری، ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

نفس

از قلم

سمائکہ تنویر

www.novelsclubb.com

نام: سمائکہ تنویر

ناول: نفس

قسط نمبر: 4

کوئی تو ہو، جواب ہم پر نرمی کرے،

کہ نہیں رہا ہم میں کچھ بھی پہلے جیسا

بہت کچھ ہے ہم میں جواب بدل سا گیا ہے

ہم بس باقیاتِ روح بن چکے ہیں

نہ ہماری آواز پہلی سی رہی، نہ ہماری ہنسی اور نہ خوشیاں

اور نہ ہی وہ پہلے کی سی غم برداشت کرنے کی ہمت

ہمارا جوش بھی ماند پڑ چکا ہے اور ہم خود سے بھی اجنبی ہو چکے ہیں

www.novelsclubb.com

کوئی تو ہو، جو اب ہم پر رحم کرے

کہ اب ہم شاید بڑے ہو چکے ہیں

اور ایک عجیب سا اضطراب ہمارے ساتھ جڑ گیا ہے

جو ہمیں بکھیر تا رہتا ہے، ایسے کہ اب آنسو بھی اکیلے نہیں گرتے

بلکہ ان کے ساتھ دوست، بچھڑے ہوئے لوگ

اور خوبصورت یادیں بھی بکھ جاتی ہیں

بس اب یہ جزبات جم چکے ہیں اور اب روز ہمارے اندر کچھ مر رہا ہے

کئی بچھڑنے والوں کا بوجھ جو ہم نے جھیلا ہے

ہے کوئی؟ جو ہم پر نرمی کرے، کہ اب ہم پہلے جیسے نہیں رہے

تین سال قبل:

وہ ایک سفید آفس نما کمرے کا منظر تھا جہاں فرنیچر کے نام پر بس چند ہی چیزیں تھیں۔ ایک سفید رنگ کی ریوالونگ چیئر اور گلاس ٹیبل جس کی بائیں طرف ایک کالے رنگ کا بڑا صوفہ تھا اور اس بڑے صوفے کے بالکل سامنے ایک سنگل صوفہ ۔اس کمرے کا ڈیکور بہت خوبصورت انداز سے کیا گیا تھا۔ جگہ جگہ لگی آرائشی پینٹنگز اور کمرے کے ایک طرف بنی دیوار گیر کتابوں کی الماری جس میں بہت نفاست سے کتابوں کو رکھا گیا تھا۔

دیکھنے میں وہ کمرہ ایک پرسکون زندگی کا منظر پیش کرتا تھا لیکن اس وقت وہاں پہ موجود لوگوں کی زندگیوں کا سکون جیسے کہیں دور جا سویا تھا۔

"ڈاکٹر اسفند میری کچھ سمجھ میں نہیں آرہا میں کیا کروں۔" اسد مرزا کے چہرے پہ اضطراب تھا۔ ان کے ساتھ بیٹھا حماد بھی اپنے باپ کے چہرے کی عکاسی کر رہا تھا۔

"مسٹر اسد،ارحم میرا پیشنٹ ہے اور میں اپنے پیشنٹ کی حالت سے واقف ہوں۔"

ڈاکٹر اسفند نے ہمیشہ کی طرح انہیں تسلی دی۔ وہ ان کی پریشانی سمجھ رہے تھے۔یہاں اس کمرے میں اکثر لوگ اسی چہرے کے ساتھ آتے تھے۔

"لیکن پھر وہ ٹھیک کیوں نہیں ہو رہا؟"اسد مرزا ایک ہی بات پہ اڑے گئے تھے۔

"دیکھیں ارحم کے پینک اٹیکس اس کے پی ٹی ایس ڈی(Post Traumatic Stress Disorder)کی ایک علامت ہے۔ بعض اوقات جن لوگوں کو پی ٹی ایس ڈی ہوتا ہے وہ ان واقعات کو بار بار زندہ کر سکتے ہیں۔انہیں ہیلو سینیشنز ہوتے ہیں یہاں تک کے وہ خواب اور حقیقت میں فرق بھی نہیں کر سکتے۔اور اس وقت ارحم کی زندگی اس ایک واقعے کے ارد گرد گھوم رہی ہے۔"

www.novelsclubb.com

"مگر اس کی حالت دن بہ دن مزید خراب ہوتی جا رہی ہے۔" اسد مرزا کی آنکھوں کے پردوں کے سامنے بار بار ان کے بھتیجے کا چہرہ آ رہا تھا۔

"جی میں جانتا ہوں۔ اس کے دماغ پہ ایک بہت گہرا اثر پڑا ہے۔ اسے زندگی کی طرف لوٹ کر آنے میں وقت لگے گا تھوڑا۔ یہاں آپ لوگوں کو ہمت اور صبر سے کام لینا ہو گا۔ میں ابھی کچھ مزید ٹیسٹس کروں گا۔ اگر مجھے زیادہ کا میپلیکیشنز نظر نہیں آئیں تو میں چاہوں گا کہ آپ لوگ ارحم کو یہاں سے لے جائیں۔ اس کے ماحول میں تبدیلی آئے گی تو وہ بہتر محسوس کرے گا۔ بے شک آپ لوگ اسے اپنے ساتھ لاہور لے جائیں۔ وہ جتنا یہاں سے دور جائے گا ہو سکتا ہے اتنی ہی جلدی ریکور کرے۔" وہ کہہ کر پیچھے کو ہو کر بیٹھے۔ نظریں اب وال کلاک پہ گئیں جو دو بجا رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

اسد مرزا ان کی بات پہ خاموش ہو گئے۔ دماغ ابھی بھی ایک عجیب سی کشمکش میں مبتلا تھا لیکن ملاقات کا وقت ختم ہوتا دیکھ وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئے تھے۔ حماد جو اس تمام گفتگو کے دوران خاموشی سے بیٹھا تھا وہ بھی ساتھ ہی اٹھا تھا۔ اس کمرے سے باہر نکلتے ہوئے حماد نے یکدم اسد مرزا کا بازو پکڑا۔

"بابا پلیز ہم ارحم کو اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں، وہ یہاں رہ کر کبھی ٹھیک نہیں ہو سکے گا۔ اسے ہماری ضرورت ہے۔" اسد مرزا نے اس کی بات پہ کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا تھا۔ وہ جیسے سوچوں کے ایک جال میں پھنس کر رہ گئے تھے۔

www.novelsclubb.com

☆☆☆

موجودہ دن:

نئے دن کا سورج پرانے اندھیروں کو ہمیشہ کی طرح ختم کرنے میں کامیاب رہا تھا۔ دوپہر کا وقت جہاں سورج اپنے عروج پہ ہوتا ہے وہیں پر لوگوں کی سرگرمیاں بھی اپنے عروج پہ تھیں۔ ایسے میں ارحم کے اپارٹمنٹ کا رخ کیا جائے تو وہاں اس وقت ایک نہیں دو نہیں بلکہ تین لوگوں کی آوازیں ایک ساتھ گونج رہی تھیں۔

"حماد تمہیں کون سے کیڑے نے کاٹا تھا جو تو نے اس آفت کو بلا لیا؟" یہ آواز ارحم کی تھی جو کچن میں کھڑا اپنے دن کے کھانے کا انتظام کر رہا تھا، لیکن بے سود کیونکہ کوئی اس کے سر پہ ڈھول کی طرح لگاتار بج رہا تھا۔

"ارحم تجھے پیاز کاٹنا نہیں آتا تو خیر ہے میرے بھائی اس میں رونے والی کیا بات ہے۔" شاہ میر نے اسے دیکھ کر ہمدردی سے کہا۔

www.novelsclubb.com

"میں نے اس آفت کو نہیں بلایا تھا یہ خود ٹپک گیا۔"حماد جو کہ لاؤنج میں بیٹھے اپنے سامنے چلتے بے آواز ٹی وی کو دیکھ رہا تھا بول اٹھا۔

ارحم نے اس کی بات پہ نرمی سے سر جھٹکا اور دائیں بازو سے اپنے آنسو پونچھے جو پیاز کاٹنے کی وجہ سے گر رہے تھے۔اس کے ساتھ کھڑا شاہ میر اب خاموشی سے اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا جہاں کل ہونے والے واقعہ کے کوئی آثار نمایاں نہ تھے۔

شاہ میر کو آج صبح حماد نے ہی بلایا تھا۔کل ارحم کی طبیعت خراب ہونے کے بعد حماد بہت گھبرا گیا تھا۔اس نے فوری طور پہ اسد مرزا کو کال کر کے ارحم کی طبیعت کے بارے میں آگاہ کیا۔اسے سن کر اسد مرزا نے حماد کو ارحم کے پاس رکنے کی تاکید کی تھی لیکن خود وہ نہیں رک سکے تھے۔کام کے سلسلے میں انہیں واپس جانا پڑا تھا۔

www.novelsclubb.com

اس رات حماد ایک لمحے کے لئے بھی نہیں سو سکا تھا۔ ارحم نیند میں جب ہلکی سی کروٹ بدلتا تو حماد اٹھ کے بیٹھ جاتا تھا۔ صبح کے سورج کی جب پہلی کرن کھڑکی سے ہو کر حماد کے چہرے پہ پڑی جو ساری رات کا جاگا ہوا تھا تو اس نے شاہ میر کو کال ملادی۔ ارحم کے بارے میں سب بتا کر اسے یہاں آنے کا کہا۔ وو جانتا تھا شاہ میر بغیر کوئی سوال کئے فوراً آپہنچے گا اور ایسا ہی ہوا تھا۔ ارحم کے اٹھنے سے پہلے ہی وہ وہاں پر تھا۔

ناشتہ انہوں نے باہر سے منگوایا تھا لیکن دن کا کھانا ارحم خود بنانا چاہتا تھا۔ ان میں سے کسی نے اس کی طبیعت کا ذکر نہیں چھیڑا تھا، نہ ہی ہشام مرزا کے بارے میں کوئی بات ہوئی تھی۔ ان سب نے زبان پہ جیسے تالا لگا لیا تھا۔

"واہ واہ، کیا خوشبو ہے کھانے کی۔" ارحم نے جب چاولوں کو دم لگایا تو دور بیٹھا حماد کھانے کی خوشبو سونگتے ہی اٹھ آیا تھا کچن میں۔ اس کی سیاہ آنکھوں کے نیچے

www.novelsclubb.com

پڑے حلقے صاف واضح تھے، چہرہ تھکان زدہ تھا لیکن وہ فریش دکھنے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔

"اس کھانے کا آدھا کریڈٹ مجھے جائے گا کیونکہ سب سے محنت والا کام تو میں نے کیا ہے۔" شاہ میر جو کہ اب سنک کے پاس پڑے تولئے سے ہاتھ صاف کر رہا تھا کہنے لگا۔

"اور وہ کیا کام ہو سکتا ہے بھلا؟"

"سلاد کاٹنے کا کام اور کیا۔" اس نے جیسے خود کو سراہا ہو۔ "یہ دیکھو کتنا پیارا سلاد کاٹا ہے میں نے۔" اب وہ سلاد سے سجی پلیٹ ان دونوں کو دکھا رہا تھا جہاں ہر چیز بہت نفاست سے کاٹی گئی تھی۔ واقع شاہ میر نے بہت محنت سے وہ سلاد کاٹا تھا۔

www.novelsclubb.com

"یار شامی بھائی آپ میں تو بڑا ٹیلنٹ ہے۔"حماد نے اس کے سلاد کی پلیٹ سے ایک کھیرا اٹھاتے ہوئے داد دی لیکن اس سے پہلے وہ کھیرا منہ تک لے جاتا شاہ میر نے اس کے ہاتھ پہ ہلکی سی چپیڑ رسید کی اور کھیرا اٹھا کر واپس پلیٹ پہ رکھا۔

"ہاتھ دھو کر آؤ حماد اور میرے سلاد کی سجاوٹ خراب مت کرو۔"پلیٹ واپس کچن کاؤنٹر پہ رکھ دی گئی تھی۔اتنی محنت کر کے بنائی گئی چیز پہ وہ اب ایسے تھوڑی نا ہر کسی کو ہاتھ مارنے دے گا۔

چولہے کے پاس کھڑا ارحم خاموشی سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا جو اس کا دھیان بھٹکانے کے لئے صبح سے نجانے کیا کچھ کر رہے تھے۔اسے دل ہی دل میں ان پر بہت پیار آیا تھا۔

"اچھا اب بس سب دفع ہو جاؤ میرے کچن سے۔ کھانا تیار ہونے میں ابھی پندرہ منٹ رہتے ہیں۔"ہاتھ جھلاتے ہوئے انہیں مچھروں کی طرح کچن سے بھگایا گیا

www.novelsclubb.com

تھا۔ان دونوں پر پیار اپنی جگہ لیکن اپنے کچن میں زیادہ دیر وہ کسی کی موجودگی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

کچھ ہی دیر میں وہ سب کھانے سمیت لاؤنج میں جا بیٹھے تھے۔بریانی کی خوشبو نے پورے لاؤنج کو معطر کر دیا تھا۔

"یار ارحم پلیز اس بزنس کو چھوڑو اور شیف کا کام شروع کر دو۔کیوں لوگوں کو اپنے ایسے لاجواب کھانوں سے محروم رکھ رہے ہو۔"حماد اپنے بھائی کو سراہے بِنا نہ رہ سکا۔

www.novelsclubb.com

"واقعی اگر ارحم لڑکی ہوتا تو میں صرف اس کے ہاتھ کے لذیز کھانوں کی وجہ سے اس سے شادی کرتا۔"شاہ میر کی بات پہ وہ دونوں ہنسے تھے۔ارحم جو کہ ڈھیلی ڈھالی سفید شرٹ اور ٹراؤزر میں ملبوس تھا۔صوفے سے ٹیک لگائے ایک ہاتھ

میں پلیٹ پکڑے انہیں دیکھ کر مسکرایا۔ وہ کھانا سچ میں کمال کا بناتا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں بہت ذائقہ تھا جو اسے اس کی ماں سے ملا تھا۔

"ویسے ارحم کیا تو مجھ سے شادی کرے گا۔" اب کی بار شاہ میر تھوڑا سنجیدہ ہوا تو ارحم نے صوفے پہ پڑا کشن اٹھا کر اسے دے مارا تھا۔

"منہ سے اچھی باتیں نکالا کر شامی، کیوں میری خوشیاں برباد کرنا چاہتا ہے۔" ارحم کے تیور چڑے لیکن شاہ میر کہاں باز آنے والوں میں سے تھا؟ اس کا پھینکا ہوا کشن دل کے مقام پر لے جا کر اس نے جیسے ارحم کی محبت قبول کی ہو۔

www.novelsclubb.com

"اپنی شادی پہ مجھے یاد سے بلانا۔" حماد کی آنکھوں میں شرارت تھی۔ اس سے پہلے ارحم کوئی جواب دیتا جیب میں پڑا اس کا فون تھرتھرانے لگا۔ کھانے کی پلیٹ ٹیبل پہ رکھتے ہوئے اس نے جیب سے موبائل نکالا۔ کالر آئی ڈی پہ ایک غیر شناسا نمبر جگمگا رہا تھا۔ ارحم نے کال اٹھالی۔

"ہیلو؟"

"ہیلو؟کون بول رہا ہے یہ؟"

دوسری طرف سے کوئی جواب نہ ملنے پر ارحم نے کچھ اچھنبے سے فون کو خود سے دور کر کے ایک بار پھر کالر ائی ڈی دیکھی۔یہ کون تھا؟

"آپ کو کس سے بات کرنی ہے؟"ایک آخری کوشش۔تیسری بار میں بھی جب کوئی جواب نہیں آیا تو ارحم نے کال کاٹ دی۔

"کہیں میری سوتن کی کال تو نہیں تھی۔" بھرے ہوئے منہ کے ساتھ شاہ میر نے تشویش سے پوچھا۔ حماد دبی دبی ہنسی ہنسا۔ "وہ کیا نام تھا ان انکل کی بیٹی کا جن کے گھر گئے تھے تم لوگ؟" حماد سے سوال کیا۔

"آئرہ۔"

"ہاں، کہیں اس کی کال تو نہیں تھی؟" ارحم نے اس کی بات پہ آس پاس دیکھا تھا۔ سامنے کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو اسے اٹھا کر ماری جائے۔ حماد نے اس کا اشارہ سمجھتے ہوئے اپنے ساتھ پڑا کشن اسے تھمایا، جو اگلے ہی پل شاہ میر کے منہ پہ جا لگا تھا۔ شاہ میر کا منہ بن گیا۔ مگر پرواہ کسے تھی؟

www.novelsclubb.com

"ویسے تھا کون؟" اب کی بار سوال حماد نے کیا تھا۔

"رانگ نمبر۔" ارحم نے کندھے اچکائے۔ اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ خالی برتن اٹھا کر کچن سنک میں رکھے۔ حماد اس کے پیچھے آیا۔ سیاہ شرٹ کے بازو کہنی تک

فولڈ کرتے ہوئے وہ سنک کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ برتن دھونے کی ڈیوٹی اس کی تھی اور حماد اسد مرزا سے زیادہ اچھے برتن کوئی نہیں دھوتا تھا، یہ بات تو طے تھی۔

☆☆☆

اسلام آباد کی گرمی اب وقت کے ساتھ ساتھ دم توڑ رہی تھی۔ سورج جو دن کو بلندیوں پہ تھا شام ڈھلتے ہی پیٹھ دیکھا کر بھاگ گیا اور اپنے پیچھے آسمان کو نارنجی اور گلابی رنگ دے گیا تھا۔ اس دورنگ آسمان کے نیچے موجود ملک ہاؤس کی طرف بڑھو تو وہاں کچھ کمروں کی بتیاں جلتی ہوئی نظر آئیں گی۔ پہلی اور دوسری منزل کو چھوڑ کر تیسری منزل کا رخ کرو تو وہاں ایک کمرے سے کافی شور آتا محسوس ہو گا۔

یہ مصعب اور فصیح کا مشترکہ کمرہ تھا جہاں ایک محفل سی لگی ہوئی تھی۔ عنایہ، مصعب، فصیح، ہادی اور آئزہ۔ یہ پانچوں پورے کمرے میں ڈیرہ جمائے بیٹھے تھے۔

www.novelsclubb.com

آئرہ اور عنایہ بیڈ پہ ٹیک لگائے بیٹھی تھیں ہاتھوں میں کشنز پکڑے تھے جبکہ لڑکے نیچے کارپٹ پہ تھے۔

"چھوڑو تم سب، میں نے سنا ہے اس سال کے آخر تک مہناز پھوپھو اور صفدر انکل آرزو کی شادی کرنے والے ہیں۔" یہ اہم خبر انہیں مصعب نے دی تھی۔

"کیا؟ تمہیں کس نے بتایا؟" آئرہ حیران ہوئی تھی۔ اس کے لئے یہ خبر نئی تھی اور خبریں تو وہ دیا کرتی تھی، سنا نہیں کرتی تھی۔

"بابا کل رات میں امی کو بتا رہے تھے تو میں نے سن لیا۔ ابھی ڈیٹ فائنل نہیں ہوئی ہے لیکن نومبر یا دسمبر ایکسپیکٹڈ ہے۔" مصعب کا لہجہ پر جوش تھا۔

"پر شادی تو فیصل بھائی کی ڈگری کے بعد نہیں ہونی تھی؟" عنایہ نے استفسار کیا۔

www.novelsclubb.com

"ہاں لیکن شاید اب وہ لوگ جلدی کرنا چاہ رہے ہیں۔ ویسے بھی یہ بڑوں کے معاملے ہیں۔ میں تو اس بات پہ ایکسائٹڈ ہوں کہ ہماری فیملی میں شادی آ رہی ہے۔" اور اس بات سے صرف مصعب نہیں بلکہ وہاں پہ موجود سب کے چہرے کھل اٹھے تھے۔ شادی تو گھر کی وہ تقریب ہوتی تھی جس کی سب سے زیادہ خوشی بچوں کو ہوتی ہے۔ بڑوں کے لئے یہ خوشی کے ساتھ خرچوں کی ایک نئی کھپ بھی تھی لیکن ان کے لئے یہ صرف خوشی ہی تھی۔

"اس بار ہم سب کزنز ایک تھیم کے ساتھ کپڑے بنوائے گے اوکے؟" عنایہ نے گویا اعلان کیا تھا۔ لڑکوں میں سے کسی نے اس کی بات کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی تھی لیکن آئرہ نے اسے نہ صرف سنا تھا بلکہ اس کی ہاں میں ہاں بھی ملائی تھی۔

"کپڑوں کو چھوڑو یہ سوچو کہ کتنا مزا آئے گا۔ ہم پورے ایک ہفتے پہلے گانے لے آئیں گے۔" (یہاں گانوں سے مراد وہ ڈھول والے ہیں جو شادی والے گھر آیا

کرتے تھے اور جنہیں دیکھ سب بچے، بڑے اس کی دھن پہ ناچتے تھے۔ اور صرف گھر والے نہیں بلکہ دوست احباب اور محلے کے بھی بہت سے لوگ اس ڈھول کو سننے کے لئے اکھٹے ہو جایا کرتے تھے۔)

"واقع مزہ تو بہت آئے گا۔ صفدر انکل نے کہا تھا وہ آرزو آپی کی شادی بہت دھوم دھام سے کریں گے۔" ہادی نے چہک کر بتایا۔

ابھی وہ مزید اس بارے میں گفتگو کر ہی رہے تھے کہ کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ سبز رنگ کی بٹنوں والی ٹی شرٹ کے نیچے سفید جینز پہنے صالح کمرے میں داخل ہوا تھا۔ ہلکی بڑھی شیو کے ساتھ اس کی گندمی رنگت چمک رہی تھی۔ وہ نہ تو بہت حسین تھا نہ بہت عام مرد تھا۔ لیکن اس میں خود کو گریس فُلی اسٹائل کرنے کا ہنر تھا اور یہی چیز اس کے وجود میں کشش لاتی تھی۔

www.novelsclubb.com

"یہ بچہ پارٹی کون سی نئی کھچڑی پکا رہی ہے؟"وہ بہت بے پرواہ سا اندر آیا تھا۔ چال میں سستی تھی۔

"بھائی شش،دروازہ بند کریں پھر بتاتے ہیں۔"ہادی نے منہ پہ انگلی رکھ لی ایسے جیسے کسی بہت بڑے راز کے کھلنے کا ڈر ہو۔

"کیا ہو رہا ہے بھئی؟"اب کی بار وہ تھوڑی توجہ سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"آرزو اور فیصل بھائی کی شادی۔"آئزہ نے آگاہ کیا۔صالح کے کندھے ڈھلک گئے۔اسے جیسے سن کے حیرت نہیں ہوئی تھی۔آئزہ نے اس کے تاثرات بغور دیکھے۔

"آپ کو پتہ تھا۔"سوال نہیں تھا یہ۔صالح نے ہاں میں گردن جھکائی۔

www.novelsclubb.com

اُف، مطلب سب کو پتہ تھا سوائے اس کے۔اب اسے صحیح معنوں میں برا لگا تھا۔

اس سے بھلا کوئی بات کیسے چھپی رہ گئی؟

"آپ کو کیسے پتہ چلا؟"صالح مصعب کی آواز پہ اس کے ساتھ نیچے بیٹھ گیا۔

"دادو کو میرے موبائل پہ مہناز پھوپھو کی کال آئی تھی۔"

"مطلب اب ہم سب کو پتہ ہے اس بارے میں۔"فصیح نے پہلی بار اس سارے میں کوئی بات کی تھی۔

"حسام نہیں جانتا۔"صالح نے انہیں بتایا۔

"بھائی کو بھی بتائیں پھر؟"ہادی فوراً اپنی جگہ سے اٹھا تھا لیکن آئرہ نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

www.novelsclubb.com

"حسام بھائی کو خود ہی پتہ چل جائے گا۔ تم گھر کے خبری کی طرح اب ہر کسی کو مت بتاتے رہنا۔ بڑوں کو نہیں پتہ کہ ہم سب جانتے ہیں۔" اس نے ٹوکا تو ہادی خاموشی سے واپس بیٹھ گیا تھا۔

"ویسے حسام بھائی بھی تو ہمارے کزن ہیں۔ انہیں پتہ تو ہونا چاہیئے۔" عنایہ نے ایک اور کوشش کی۔

"میرا ذکر ہو رہا تھا کیا؟" کمرے کا دروازہ ہلکا سا کھلا تھا۔ اور اگلا شخص جو وہاں داخل ہوا تھا وہ اس وقت بھورے رنگ کی ٹی شرٹ اور سیاہ رنگ کی جینز میں ملبوس تھا۔ چہرے کی صاف رنگت پہ ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ حسام کو دیکھ کر جہاں سب نے اسے اندر آنے کا کہا تھا وہیں پر آئرہ کی خاموشی نے اس کا استقبال کیا تھا۔ اب جب تک وہ اس کمرے میں رہے گا، مجال ہے جو کوئی اس کی آواز سن لے۔

www.novelsclubb.com

"بھائی ہم ابھی آپ کے بارے میں ہی سوچ رہے تھے۔ کیا آپ کو آرزو آپی کی شادی کا پتہ ہے؟"ہادی نے بہن کی پہلے کی گئی تاکید کو نظر انداز کرتے ہوئے بھر پور خبری والا رول ادا کیا تھا۔ اور یہ بات تو یقینی سی تھی کہ بچے گھر کا سب سے فاسٹ ریڈیو ہوتے ہیں۔ ان کی موجودگی میں کوئی بھی خبر آگ کی طرح پھیلتی ہے۔

"کیا سچ میں؟ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔"اس کی حیرت خوشی میں بدلی تھی۔ سب نے پھر اسے مزید تفصیلات بتائیں اس بارے میں۔ اور ایک بار پھر مل کر شادی کی ڈسکشنز میں مصروف ہو گئے تھے لیکن اس بار کوئی تھا جو بالکل خاموشی سے ایک طرف بیٹھے سب سن رہا تھا۔ اور اس کمرے میں ایک اور وجود تھا جس کو یہ خاموشی بہت کھٹک رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

مصعب کی نظریں ہر تھوڑی دیر بعد خاموش بیٹھی آئرہ کی طرف اٹھتی تھیں۔ پر وہ بار بار اپنی نظروں کے زاویے کو بدل دیتا تھا۔ آخر کیوں اس کی یہ خاموشی مصعب کو اتنی ناگوار گزرتی تھی۔

☆☆☆

ان تمام بچہ پارٹی کو چھوڑ کر اگر پہلی منزل پہ آؤ تو عابدہ محبوب کے کمرے میں اس وقت حلیمہ اور سلیم ملک موجود تھے۔ عابدہ محبوب کا کمرہ دیکھنے میں ایک سادہ زندگی کا آئینہ تھا۔ لکڑی کا ایک کنگ سائز بیڈ جس کے ساتھ ان کے جہیز کی الماری پڑی تھی۔ ایک بڑا سا صوفہ اور لکڑی کا ٹیبل جو بیڈ کے بالکل سامنے تھا۔ باقی کمرے میں ایک طرف آرام دہ کرسی تھی جس کے سامنے جائے نماز بچھی تھی۔ یہاں وہ اپنے دن کا زیادہ تر وقت گزارتی تھیں۔ ان کی عمر میں لوگوں کا اکثر

www.novelsclubb.com

وقت وہیں پر گزرتا ہے۔ جب زندگی کی ڈور کم ہوتی دکھائی دیتی ہے تو اپنے رب سے تعلق بڑھانے کی جستجو انسان کو اس ایک کونے کا کر دیتی ہے۔

"اماں مجھے آپ سے ایک فیصلے پہ مشورہ چاہیے تھا۔"عابدہ محبوب اس وقت اپنے بستر پہ بیٹھی تھیں۔ہاتھ میں موٹے دانوں والی تسبیح تھی جس پہ مسلسل انگلیاں چل رہی تھی۔ان کے سامنے بستر کے کونے پہ سلیم ملک بیٹھے تھے اور پیچھے صوفے پہ حلیمہ۔

"کیسا مشورہ۔"ان کی انگلیوں کی حرکت تھم گئی۔نظریں اب سلیم ملک پہ تھیں۔

www.novelsclubb.com

"آپ جانتی ہیں میں کچھ دنوں پہلے لاہور گیا تھا۔اسد نے مجھے کسی کام کے سلسلے میں وہاں بلایا تھا۔"عابدہ نے سر کو ہلکی سی جنبش دی،ہاتھ ایک بار پھر تسبیح کے دانوں پہ چلنے لگے تھے۔

"تو وہاں اسد نے مجھ سے ایک فیور مانگا تھا۔"

"کیسا فیور؟"

"وہ چاہتا ہے کہ میں کچھ عرصہ اس کی سعودیہ والی برانچ کو اپنے انڈر رکھوں۔ وہ اس برانچ کو میرے نام کر دینا چاہتا ہے۔"

حلیمہ جو کہ پیچھے بیٹھی تھیں،ان کے چہرے کے تاثرات کچھ بدلے تھے۔ سلیم ملک نے انہیں اس بارے میں نہیں بتایا تھا۔ اسی لئے وہ انہیں اپنے ساتھ لائے تھے۔ وہ ان دونوں کو یہ خبر ساتھ دینا چاہتے تھے۔

"لیکن اتنی بڑی ذمہ داری؟" حلیمہ پوچھے بغیر نہ رہ سکیں۔ سلیم ملک نے کندھے اچکائے۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ میں نے اس سے بات کی ہے لیکن وہ بضد تھا۔"

www.novelsclubb.com

"صفیہ کے تو دو بیٹے ہیں ناں؟"عابدہ نے جیسے یاد کر کے کہا ہو۔"اسد کا ایک بڑا بھائی بھی ہے۔ پھر تمہیں کیوں؟"انہوں نے وہی سوال کیا تھا جو سلیم ملک پہلے کر چکے تھے۔اس لئے سلیم ملک نے انہیں وہ سب بتایا جو اسد انہیں پہلے بتا چکے تھے۔

عابدہ نے بہت غور سے ان کی ایک ایک بات سنی۔وہ جب کہہ کر خاموش ہوئے تو اسی وقت نصرت کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔یہ عابدہ محبوب کے چائے کا وقت تھا۔چائے کا کپ انہیں پکڑا کر وہ حلیمہ کے ساتھ صوفے پہ ہی بیٹھ گئیں۔ ضرور یہاں کوئی بڑی بات ہو رہی تھی۔وہ سب کے چہرے دیکھ کر سمجھ رہی تھیں اس لئے خود کو بھی اس گفتگو کا حصہ بنا بیٹھیں۔

"مجھے ویسے تو ان کاروباری معاملوں کا اتنا اندازہ نہیں۔"عابدہ نے کہنا شروع کیا۔"لیکن اسد ایک اچھا انسان ہے اور اس کی بات سے لگتا ہے کہ شاید اسے

تمہاری ضرورت ہے۔ ویسے بھی آج کے دور میں لوگوں پر بھروسہ کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اگر وہ تمہیں اتنی بڑی ذمہ داری سونپنا چاہتا ہے تو مجھے لگتا ہے کہ تمہیں اسے منع نہیں کرنا چاہیے۔"ماں کی بات سن کر سلیم ملک نے ایک نظر اپنی بیوی کو دیکھا۔

"اماں ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ آپ کا ویسے بھی اس کام میں خاصا تجربہ ہے۔ انہوں نے کچھ سوچ کر آپ کا انتخاب کیا ہو گا۔"حلیمہ نے بھی جب انہیں ہری جھنڈی دکھائی تو انہیں کچھ اطمینان ہوا۔

www.novelsclubb.com

نصرت جو اس گفتگو کا نیا حصہ بنی تھیں انہوں نے خاموشی سے حلیمہ سے بات کا موضوع پوچھا اور پھر بولے بغیر نہ رہ سکیں۔

"آج کل تو اپنے بھی سگے نہیں ہوتے بھائی صاحب۔ آپ ایسے کسی پہ بھروسہ کر رہے ہیں۔ کل کو نقصان اٹھانا پڑا تو کیا کریں گے؟"

"وہ میرا دوست ہے بھابھی مجھے اس پہ بھروسہ ہے۔" سلیم ملک کو ان کی بات کچھ بری لگی تھی۔

"اپنے ہی تو بھروسے کا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ میں تو بس یہ کہہ رہی ہوں کہ آپ کو سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا چاہئے۔"

"بھابی میں آپ کی بات سمجھ رہا ہوں لیکن اسد کو میں بہت عرصے سے جانتا ہوں۔ مجھے وہ کبھی کسی غلط ارادے کے تحت رجوع نہیں کرے گا۔" اب ان کی بات میں کتنی سچائی تھی، نصرت ماجد کو اس سے کوئی غرض نہیں تھی۔ ان کے چہرے کے تاثرات ناپسندیدگی میں بدل چکے تھے اور اب جو مرضی کہہ لو وہ اپنی رائے نہیں بدلنے والی تھیں۔ اسی لئے سلیم ملک نے مزید اس بارے میں کوئی بات نہیں کی تھی۔

ان کی ماں کو کوئی اعتراض نہیں تھا تو بس بات ختم۔

www.novelsclubb.com

☆☆☆

عابدہ محبوب سے بات کرنے کے بعد وہ اب سیدھا اپنے کمرے میں آ گئے تھے۔ اور پہلا کام جو انہوں نے کیا تھا وہ تھا اسد مرزا کو کال۔ دوسری رنگ پہ کال اٹھا لی گئی تھی۔

"کیسے ہو سلیم؟" دوسری طرف سے ابھرتی آواز پہ سلیم ملک نے بنا کوئی تمہید باندھے سیدھا اسد مرزا کو خوش خبری سنائی تھی۔

"میں نے تمہاری آفر کے بارے میں سوچا ہے اور میں تیار ہوں۔" ایک سطر کا جواب۔ اسد مرزا لمحے بھر کو ٹھٹکے۔ انہیں وقت لگا تھا اپنے دوست کے الفاظ جذب کرنے میں۔

www.novelsclubb.com

"کیا مطلب؟ تو۔۔ کیا تو واقعی؟"وہ بات مکمل نہیں کر پا رہے تھے۔ سلیم ملک کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔ وہ مسکراتے تو ان کے چہرے پہ یکدم نرمی سی گھل جاتی تھی۔

"ہاں واقعی۔"

"یا اللہ تیرا شکر۔"ان کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ انہیں یقین نہیں آیا، ان کے دوست نے ان کی دوستی کا مان رکھ لیا تھا۔ وہ خوش تھے،.بہت خوش۔

"پھر بتاؤ کب چکر لگاؤں میں تمہاری طرف؟"سلیم ملک بھی اب ہلکے پھلکے سے انداز میں پوچھ رہے تھے۔ ان کے اوپر سے بھی جیسے ایک بہت بڑا بوجھ ہٹ گیا تھا۔ دوست کو ناراض کر دینے کا بوجھ۔

"اکیلے تو میں تمہیں بالکل نہیں آنے دوں گا۔ بھابھی اور بچوں کے ساتھ آنا پڑے گا تمہیں۔ اتنی بڑی خوش خبری دی ہے تم نے مجھے۔ اب میں اپنے دوست کی

www.novelsclubb.com

تھوڑی بہت خاطر داری تو کر ہی سکتا ہوں۔" وہ تو جیسے خوشی سے پھولے نہ سما رہے تھے۔

"نہیں یار اسد، میں تجھے زیادہ تکلیف نہیں دینا چاہتا۔ میں تو خود بھی بس آنے جانے والی کرنا چاہتا ہوں۔" فوراً انکار کیا۔ انہیں اچھا نہیں لگتا تھا کسی کو اپنی وجہ سے پابند کرنا۔

"یہ غلط ہے سلیم۔ میں بھی تو تیری طرف آیا تھا۔ اب بس میں کچھ نہیں سننا چاہتا۔" حتمی لہجہ۔ سلیم ملک خاموش ہو گئے۔ اسد مرزا اپنی بات منوانا جانتے تھے۔

www.novelsclubb.com

"تو ہمیشہ مجھے مشکل میں ڈال دیتا ہے اسد۔" دھیمی سی آواز میں گلہ کیا گیا۔

"اس کا مطلب آرہا ہے تو؟" ان کے استفسار پہ جب سلیم ملک نے کوئی جواب نہ دیا تو انہوں نے اس خاموشی کو اپنی جیت سمجھی۔

"بس پھر اگلے ویک اینڈ تم سب ہمیں اپنی مہمان نوازی کرنے کا موقع دو گے۔"
انہوں نے خوشی سے الوداعی کلمات کہہ کر کال بند کر دی تھی۔ جس پل کال ختم کر کے سلیم ملک کمرے سے باہر جانے والے تھے۔ حلیمہ اندر آئی تھیں۔

"حلیمہ؟"اپنا نام سن کر وہ سلیم ملک کی طرف پلٹی۔"اسد نے اس ویک اینڈ پر ہمیں اپنی طرف بلایا ہے، بچوں سمیت۔ میں اسے انکار نہیں کر سکا۔ تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں جانے میں؟"انہوں نے نفی میں سر ہلایا۔

"مجھے تو کوئی مسئلہ نہیں۔ بلکہ بچے تو بہت خوش ہوں گے۔"وہ ہمیشہ کی طرح اپنے بچوں کی خوشی کا سوچ رہی تھیں۔

"تو بس پھر میں بچوں کو یہ خوش خبری دے کر آتا ہوں۔"وہ ویسے بھی جب سے آئے تھے اپنے بچوں کے ساتھ کہیں باہر نہیں گئے تھے۔ اب انہیں ایک اچھا موقع ملا تھا ان کے ساتھ وقت گزارنے کا۔

www.novelsclubb.com

☆☆☆

یہ منظر ایک وسیع اور خوبصورت آڈیٹوریم کا تھا،جہاں صرف دو رنگ نمایاں تھے۔ سفید رنگ میں ڈوبی دیواریں اور سرخی مائل رنگ میں رنگا ہوا اسٹیج جو لکڑی کا بنا ہوا تھا جس کے بیک گراؤنڈ میں اسی سرخ رنگ کی دیوار اور پردے تھے۔ اسٹیج کے اوپر بڑے بڑے سپیکر لگے تھے۔ اور سامنے قطار در قطار سرخ رنگ کی کرسیاں۔ سفید سیلنگ سے ٹپکتی روشنی پورے آڈیٹوریم میں پھیلی تھی۔

اس وقت آڈیٹوریم میں ہلکی پھلکی گہما گہمی تھی۔ سٹوڈنٹس ٹولیوں کی صورت اندر آرہے تھے اور باری باری اپنی نشستوں پہ بیٹھنے لگے۔ ان میں ارحم، حماد اور شاہ میر بھی تھے۔ وہ تینوں ساتھ ہی اندر داخل ہوئے تھے اور جہاں جگہ ملی وہاں بیٹھ گئے۔

www.novelsclubb.com

ان کی یونیورسٹی میں آج ایک سیمینار تھا اور سیمینارز کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ نوّے فیصد بچوں کے لئے ایک ڈراونا خواب ہوتا ہے جہاں انہیں لگاتار کچھ گھنٹے خاموشی سے بیٹھ کر سامنے والے کو سننا پڑتا ہے۔ آخر میں انہیں سوال کرنے کی اجازت ملتی ضرور ہے لیکن سوال صرف وہ کرتے ہیں جو سو کر نہیں بلکہ جاگ کر اس سیمینار کو سنیں۔

"اگر یہ اٹینڈس کا رولا نہ ہوتا تو میں اس وقت کیفے میں بیٹھ کر شیخ کے فرائز کے ساتھ انصاف کر رہا ہوتا۔"شاہ میر نے افسوس سے سر جھٹکا۔

www.novelsclubb.com

"تم دونوں کا تو مسئلہ ہے لیکن میں کیوں قربانی کا بکرہ بنا ہوا ہوں؟"حماد جو آج ویسے ہی ان کے ساتھ آیا تھا اس جھنجھٹ میں پھنس گیا۔

"مجھے یہ بتاؤ کہ ہم اتنا آگے کیوں بیٹھے ہیں۔"ان دونوں کی بات ان سنی کرتے ہوئے ارحم نے اپنے ارد گرد نظر دوڑائی۔ وہ لوگ تیسری قطار میں تھے۔ سیمینار

کے دوران اگلی نشست میں بیٹھنے کا مطلب اب تین گھنٹے خود کو جگائے رکھنے کی ناکام کوشش۔

"یہ شامی پہلے اندر گھسا تھا۔"حماد نے گھور کر اسے دیکھا جو پہلے ہی اپنی قسمت کو رو رہا تھا۔

“Please Everyone, take your seats.”

سارے ہال میں ایک آواز گونجی تھی۔ سب لوگ جلدی جلدی اپنی نشستوں پہ بیٹھ چکے تھے۔اب وہاں کا منظر کچھ ایسا تھا کہ سب سے آگے پانچ سنگل صوفے پڑے تھے جہاں آج کے چیف گیسٹس بیٹھے تھے۔پاکستان کے تین جانے مانے بزنس مین جن میں سے صرف دو وہاں موجود تھے۔ایک نے شاید ابھی آنا تھا۔ان کے ساتھ ایک طرف یونیورسٹی کے چانسلر اور وائس چانسلر تھے۔اس سے پچھلے والی

www.novelsclubb.com

قطار میں جاؤ تو ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ کے ساتھ چند لیکچرارز تھے۔اور اسے سے پچھلی والی نشستوں پہ تمام اسٹوڈنٹس موجود تھے۔

سیمینار شروع ہونے والا تھا۔ سٹیج میں اس وقت روسٹرم کے پیچھے پروفیسر ادیب اقبال کھڑے تھے۔ گہرے جامنی رنگ کا ٹو پیس پہنے وہ اچھے خدوخال کے آدمی تھی۔چہرے کی سنہری رنگت جہاں ہلکی بھری سفید داڑھی تھی۔ بھوری آنکھوں کے گرد جھریاں نمایاں تھیں۔دیکھنے میں وہ پچپن یا چھپن کے لگتے تھے لیکن ان کی شخصیت کا وقار اس قدر تھا کہ سامنے والا خود ادب سے پیش آتا۔ابھی تھوڑی دیر پہلے والا اعلان انہوں نے ہی کیا تھا جس نے پورے ہال کو خاموشی کی چادر میں لپیٹ لیا تھا۔

"میں یہاں آج آپ سب کو دل کی گہرایوں سے خوش آمدید کہتا ہوں۔"ان کی وہ بارعب آواز ایک مرتبہ پھر گونجی تھی۔"یہ سیمینار آج کے تیزی سے بدلتے

ہوئے کاروباری ماحول میں ہمیں وہ علم، رہنمائی اور تجربات فراہم کرنے کے لئے ترتیب دیا گیا ہے، جو نہ صرف ہمارے موجودہ بزنس کو بہتر بنانے میں مدد دیں گے، بلکہ مستقبل کی سمت بھی متعین کریں گے۔"تالیوں کی ایک گونج نے پورے آڈیٹوریم کو اپنی لپیٹ میں لیا تھا۔

"آج ہمارے ساتھ اس پلیٹ فارم پر موجود ہیں ایسے ماہرین، کاروباری لیڈرز، اور تجربہ کار مقررین، جن کی بصیرت اور رہنمائی ہمارے لئے مشعلِ راہ بنے گی۔ میں امید کرتا ہوں کہ یہ نشست آپ سب کے لئے نہایت مفید، معلوماتی، اور ترغیب دینے والی ثابت ہوگی۔"

"آئیے، ہم سب مل کر علم، تجربے اور تعاون کے اس حسین سفر کا آغاز کرتے ہیں۔"وہ کہہ کر پیچھے ہٹ گئے تھے۔ تالیوں کے شور نے ایک بار پھر سب کو گھیر لیا تھا۔ آڈیٹوریم کی وہ سفید دیواریں اب اس شور کی عادی تھیں۔

www.novelsclubb.com

کچھ ہی دیر میں تمام لائٹس پراجیکٹر کی وجہ سے آف کر دی گئی تھیں۔بس کچھ بتیاں جل رہی تھیں۔پراجیکٹر پہ چلتی سلائیڈز اور باری باری آتے سپیکرز نے بزنس کی دنیا کا ایک نیا رخ دکھایا تھا۔کچھ فیکلٹی ممبرز اور سٹوڈنٹس نے مل کر اس سیمینار کے اہم نکات کو پیش کیا تھا۔اسٹیج ایک منٹ کے لئے بھی خالی نہیں ہوا تھا۔

وقت گزر رہا تھا اور ان سب کو وہاں بیٹھے بیٹھے اب کوئی دو گھنٹے ہونے والے تھے جب ایک چھوٹی سی بریک کا اعلان ہوا۔اچانک ہی آڈیٹوریم ایک بار پھر روشنیوں میں نہا گیا۔

www.novelsclubb.com

"بس اب اگر پانچ منٹ مزید بریک نہ ملتی تو میں نے یہاں بیٹھے بیٹھے اللہ کو پیارا ہو جانا تھا۔"شاہ میر نے ایک آہ بھری۔حماد جسے نیند کے مسلسل جھونکے آ رہے تھے اس کی آواز پہ سیدھا ہو گیا۔

"کیا ختم ہو گیا؟"وہ ایک دم اٹھ بیٹھا تھا۔ آنکھیں رگڑتے ہوئے ان دونوں کی طرف دیکھا۔شاہ میر کو اس بچارے پہ ترس آیا۔ ہمدردی سے اس کا کندھا تھپکتے ہوئے گردن نفی میں ہلائی تھی۔

"ابھی اس ٹارچر کا ایک اور گھنٹہ رہتا ہے۔"ارحم کہہ کر اٹھ گیا تھا۔"میں کچھ کھانے کو لاتا ہوں تم لوگوں نے منگوانا ہے کچھ؟"شاہ میر اور حماد اسے دیکھ کر ساتھ ہی کھڑے ہوئے تھے۔

"ہم بھی ساتھ ہی چلتے ہیں۔"حماد اس کے پیچھے چل پڑا تھا،ساتھ ہی شاہ میر بھی۔

www.novelsclubb.com

۔

وہ تینوں جب واپس آئے تو تمام لوگ واپس سے اپنی اپنی جگہوں پہ پہنچ گئے تھے۔ ارحم نے دیکھا تھا کہ چیف گیسٹس کی سیٹس میں سے ایک جو پچھلے دو گھنٹے سے خالی تھی وہاں اب کوئی بیٹھا تھا۔ لیکن ارحم کی طرف اس کی پیٹھ تھی تو وہ دیکھ نہ سکا۔

اب کی بار لائٹس آف نہیں ہوئی تھیں۔ پروفیسر ادیب اقبال ایک مرتبہ پھر سے اسٹیج پہ آئے تھے۔

"اب ہم کیونکہ اپنے پروگرام کے اختتام کی طرف بڑھ رہے ہیں تو اس سے پہلے میں چاہوں گا کہ ہمارے ساتھ موجود بزنس کے کچھ بڑے نام یہاں آکر ہمیں اپنے بزنس اور زندگی کے کچھ انجان پہلوؤں سے متعارف کروائیں۔" تالیوں کی زوردار گونج نے تمام آوازوں کو جیسے روک لیا تھا۔ "شروعات ہم ان سے کریں گے جو آج ہمارے بیچ سب سے دیر سے آئے ہیں۔" پروفیسر ادیب نے مسکرا کر چیف گیسٹس کی طرف اشارہ کیا۔ سب کی نظروں نے ان کا تعاقب کیا تھا۔

"سر ہم جانتے ہیں کہ آج ہمیں دینے کے لئے آپ کے پاس وقت کی تھوڑی قلت ہے۔ اس لئے میں چاہوں گا کہ آپ آئیں اور اپنی موجودگی سے ہمیں شرف بخشیں۔

www.novelsclubb.com

"Please give a big round of Applause for Hisham Mirza"

وہ بول کر پیچھے ہٹے۔ آڈیٹوریم میں یکدم شور بڑھا تھا۔ پہلی نشست سے کوئی اٹھا۔ اور قدم قدم چلتا اسٹیج تک گیا تھا۔ اس شخص کو اپنی جگہ سے اٹھ کر اسٹیج تک پہنچنے میں جتنا وقت لگا تھا، اتنے وقت میں تیسری قطار میں بیٹھے ایک انسان کا دل سو بار ڈوب کر ابھرا تھا۔

یہ نام۔۔یہ نام وہ کبھی بھولے سے بھی نہیں بھلا سکتا تھا۔ یہ آدمی ایک بار پھر ارحم مرزا کے سامنے کھڑا تھا اور ارحم کسی بُت کی طرح انہیں دیکھ رہا تھا۔ سانس روکے۔ بنا پلک جھپکائے۔ شاہ میر اور حماد نے بے اختیار ارحم کو دیکھا جو کسی برف کے مجسمے کی مانند بیٹھا تھا۔ یہ ان تینوں کے لئے ایک بہت بڑا شاک تھا اور انہیں اس شاک سے باہر آنے میں ابھی وقت لگنا تھا۔

تالیوں کی گونج تھمی تو ہشام مرزا نے مائیک اپنی طرف کیا۔

"اسلام و علیکم۔" وہ خوبصورت آواز جو اتنے سالوں کے بعد بھی دل پہ اثر کرتی تھی، ہر طرف گونجی۔ ہشام مرزا نے بھورے رنگ کا تھری پیس پہنا ہوا تھا۔ ان کے ہلکے بھورے بال جیل سے سیٹ ہوئے تھے۔ چہرہ ہشاش بشاش لگ رہا تھا۔ کہیں پہ اس دن والے آدمی کے آثار نہیں تھے جو ارحم سے پارک میں ملا تھا۔ ان کے سامنے جو شخص کھڑا تھا یہ ایک بزنس مین تھا۔ ایک کامیاب اور وجیہہ بزنس مین۔ جسے دیکھ کر لوگ رشک کرتے تھے۔

www.novelsclubb.com

"ویسے تو میں اس سیمنار کے آخر میں آیا ہوں لیکن مجھے امید ہے یہاں بیٹھے لوگوں کو اس سیمینار سے بہت فائدہ ہوا ہو گا۔" ان کی نظریں ہر طرف گھوم رہی تھیں لیکن لوگوں کی نظریں صرف ان پہ ٹکی تھیں۔

"میں یہاں 'ایک دفعہ کا ذکر ہے' سے بالکل اپنی کہانی نہیں سٹارٹ کرنے والا کیونکہ میں جانتا ہوں آپ سب مزید کہانیاں نہیں سن سکیں گے۔"ان کی بات پہ سب کے چہروں کی مسکراہٹ واپس آگئی تھی۔"اس لئے میں چاہوں گا کہ جس کا جو سوال ہے وہ مجھ سے کرے تاکہ میں ایک ایک کرکے جواب دے سکوں۔ ایسے نہ آپ بور ہوں گے نہ میں۔"وہ بول کر تھوڑا سا پیچھے ہو کر کھڑے ہو گئے۔ حال میں یکدم بہت سے ہاتھ اٹھے تھے۔وہ تھوڑی دیر سب کو دیکھتے رہے پھر آخری قطار سے ایک لڑکے کو کھڑا کیا۔

www.novelsclubb.com

"آپ کا نام؟"

"یوسف اشتیاق۔"وہ دبلا پتلا سا بلوچی لڑکا بولا تھا۔

"جی یوسف، کیا سوال ہے آپ کا؟"

"سر آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ نے اپنے فیملی بزنس کو چھوڑ کر ریئل اسٹیٹ بزنس شروع کیا تھا۔ کیا اس کے پیچھے کوئی خاص وجہ؟"

لڑکے کے سوال پہ سب خاموش ہو گئے تھے۔ باقی تمام ہاتھ نیچے گر گئے تھے۔ اب سب جواب کے منتظر تھے۔ آگے بیٹھے ارحم اب شاک سے باہر آچکا تھا۔ وہ اب بس جلدی سے وہاں سے نکلنا چاہتا تھا لیکن ایسے پیچ ڈسکشن جانا اس کے لئے کافی مشکل تھا۔

"انسان کے ہر عمل کی کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے۔" ہشام مرزا نے بولنا شروع کیا۔ "ہم کوئی کام بے مقصد نہیں کرتے۔ ہاں البتہ مقاصد سب کے مختلف ضرور ہوتے ہیں۔ میرا فیملی بزنس ٹریڈنگ سے متعلق ہے۔ اس کام کی شروعات میرے والد توقیر مرزا نے کی تھی۔ یہ بات بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ میرے دادا اس بزنس کے سخت خلاف تھے لیکن میرے والد بہت ضدی تھے۔ وہ ایک

www.novelsclubb.com

بار جو سوچ لیتے پھر انہیں وہ کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا تھا۔ اور آخر میں، میں بھی اپنے باپ کا بیٹا ہوں۔ مجھے شروع سے اپنے فیملی بزنس میں انٹرسٹ نہیں رہا تھا۔ تو جو ضد میرے والد نے اپنے باپ سے لگائی تھی وہ میں نے بھی اپنے والد سے لگائی تھی۔ اور اس کا نتیجہ آپ سب کے سامنے ہے۔"

وہ جیسے ہی خاموش ہوئے فضا میں ایک بار پھر بہت سے ہاتھ بلند ہوئے تھے۔ اس بار انہوں نے اگلی نشست سے کسی کو اٹھایا تھا۔

"سر آپ کی ضد کا کیا آپ کی پرسنل لائف پہ کوئی اثر پڑا تھا۔" سوال ایک لڑکی نے کیا تھا۔ سر کو حجاب سے ڈھانپے وہ اپنی نشست پہ کھڑی تھی۔ ہشام مرزا نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"دیکھیں سچ یہ ہے کہ ضد انسان کو ڈھیٹ بنا دیتی ہے۔" اس بات پہ بہت سے چہروں پر استہزائیہ مسکراہٹیں سجی تھیں۔ "اور ڈھیٹ لوگ اپنی پرسنل لائف پہ

www.novelsclubb.com

کبھی کمپرومائز نہیں کرتے۔ شروع میں مجھے مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا لیکن ہر مشکل کے بعد آسانی کا وعدہ تو ہمارے رب نے بھی کیا ہے۔ پھر انسان تو بس کوشش کر سکتا ہے۔"

"کیسی مشکلات؟"اس نے پھر سوال کیا۔

"ہر طرح کی مشکل۔ کسی بھی کام کو شروع کرنا آسان نہیں ہوتا۔ اگر کوئی آپ سے یہ کہے کہ وہ اپنے کام میں شروع سے ماہر تھا اور اسے کبھی کسی مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑا تو وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ ماہر ہونے کا مشکلات سے کوئی تعلق نہیں ۔ ہم اپنے کام میں بہت اچھے بھی ہوں تو سٹارٹنگ پوائنٹ سے فنیشنگ لائن تک جانے کے لیے مشکلات کا سامنا ہر کسی کو کرنا پڑتا ہے۔"

"آپ نے کیسی مشکلات دیکھیں سر؟"

www.novelsclubb.com

"اگر یہ سوال آپ ایک ریئل اسٹیٹ ٹائکون سے کر رہی ہیں تو میری مشکلات میں شامل میرے ادھورے پروجیکٹس ہیں جو آج تک پورے نہیں ہو سکے۔ لوگوں کے نام کی ایک بڑی فہرست ہے جنہوں نے میرے اور میرے کام کے ساتھ غداری کی۔ قانونی اور سرکاری رکاوٹیں،ساکھ اور سیاسی دباؤ،اور مزید ایسی کئی ہرڈلز ہیں جن کا میں ذکر کر سکتا ہوں۔ لیکن اگر آپ مجھ سے یہ سوال بطور ایک انسان پوچھ رہے ہیں جس نے ہمیشہ سے اونچے خواب دیکھے ہیں تو میرے لیے سب سے بڑی رکاوٹ میرے اصول تھے۔ انسان جتنی لمبی اڑان لینا چاہتا ہے اسے اتنا ہی اپنے اصولوں پر سمجھوتا کرنا پڑتا ہے۔ زندگی میں ایسے کئی مواقع آئے تھے جہاں مجھے اپنے ضمیر کو سلانے کا کہا گیا تھا۔ لیکن اگر میں نے اپنے والد صاحب سے کچھ سیکھا تھا تو وہ یہی تھا کہ سیدھے راستے میں اندھیرا پڑ سکتا ہے اور اگر تمہیں اس اندھیرے راستے پہ چلنا ہے تو تمہاری واحد روشنی تمہارا ضمیر بنے گا۔

اس کی آواز کو کبھی نظر انداز مت کرنا۔ اور مجھے لگتا ہے شاید ان کی اس سیکھ کی وجہ سے ہی میں اپنی ہر مشکل کا سامنا کر سکا ہوں۔

"سر آپ بزنس کی دنیا کا ایک بڑا نام ہیں اور ہر مشہور شخص کے پیچھے اس کی فیملی کا بہت بڑا رول ہوتا ہے۔ پازیٹو یا نیگیٹو۔ آپ کی فیملی کا کیا رول تھا؟" یہ سوال تیسری قطار سے ہوا تھا۔ ایک ہاتھ ہوا میں اٹھا ہوا تھا۔

آپ کا نام؟" انہوں نے اس لڑکے سے سوال کیا جو پی کیپ پہنے پیلے رنگ کی شرٹ اور سفید پینٹ میں ملبوث تھا۔

www.novelsclubb.com

آیان راشد۔" جواب آیا۔"

"آیان بیٹا آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ فیملی کا ایک بہت بڑا رول ہوتا ہے آپ کے کامیابی یا ناکامی میں۔ میری کامیابی میں میری فیملی کا ہمیشہ پازیٹو رول ہی رہا تھا لیکن اگر فیملی مثبت طریقے سے ساتھ دے رہی ہو تو اکثر لوگ اسے فور

گرانٹڈ لے لیتے ہیں۔ میں نے بھی لے لیا تھا۔ اور اس کے بعد میری کامیابی میرے لیے تبدیل ہو گئی۔" یہ کہہ کر انہوں نے ایک بار پھر ہر طرف دیکھا تھا۔ عین اس وقت ان کی نظر ایک مخصوص چہرے پہ پڑی تھی۔ لمحے بھر کو سب رک گیا تھا۔ ساری آوازیں تھم گئی تھیں۔ ان کی وہ گہری بھوری آنکھیں بادامی آنکھوں سے ٹکرائی تھیں۔ ان کا بیٹا۔ ان کا ارحم ان کے سامنے بیٹھا تھا۔ شاید وہاں اس وقت صرف وہی بیٹھا تھا کیونکہ ہشام مرزا نے آس پاس کی تمام دنیا کو بھلا دیا تھا۔

پورے ہال میں خاموشی تھی۔ سب جیسے ان کے جواب کے منتظر تھے۔ لیکن وہ خاموشی سے یک ٹک ارحم کو دیکھ رہے تھے۔ پھر اچانک انہوں نے بولنا شروع کیا لیکن اس بار ان کی توجہ کا مرکز صرف ایک شخص تھا۔

"اور آج میں اسے بس ایک نام سے پکارتا ہوں۔ ٹریجڈی۔" سب دم سادھے انہیں سن رہے تھے۔ ان کی آواز تھوڑی بھرا گئی تھی لیکن وہ بول رہے تھے۔ انہیں بولنا ہی تھا۔

"میری کامیابی ایک ٹریجڈی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اور میری اس کہانی کا سب سے بڑا ولن آپ کے سامنے کھڑا ہے۔"

ارحم کا خون خشک ہونے لگا تھا۔ چہرہ سفید پڑ رہا تھا۔ حماد اور شاہ میر نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ وہ مسلسل کبھی ارحم کو تو کبھی ہشام کو دیکھتے تھے۔

www.novelsclubb.com

"جانتے ہیں دنیا میں سب سے گندا نشہ کیا ہوتا ہے؟" ایک پل کے لئے انہوں نے ارحم سے نظریں ہٹا کر چاروں طرف دیکھا۔ سب کی نظروں کا مرکز وہ خود تھے۔ کسی نے بولنے کی جرات نہیں کی تھی۔

"طاقت۔" انہوں نے تاسف سے کہا۔

"طاقت وہ گندا نشہ ہے جو انسان کو کھوکھلا کر دیتا ہے۔اس کی مثال ایک ایسے جانور کی سی ہو جاتی ہے جو جتنا مرضی کھالے، کبھی پیٹ بھر کر نہیں سو سکتا۔اور یہ نشہ ایک بار کسی کو لگ جائے تو وہ شخص اپنا آپ تک کھا جاتا ہے۔"ان کی بات پہ بہت سے منہ ہلے تھے۔ہر کسی نے ان کی بات کی تائید کی تھی۔

"ایسے ہی طاقت کے اس نشے نے میرا بہت کچھ بھی کھالیا۔"انہوں نے یہ جملہ بہت آہستگی سے بولا تھا۔اتنی آہستگی سے کہ سامنے کے پہلے دو تین نشستوں تک ہی آواز گئی ہو گی لیکن جس تک جانی تھی اس تک ضرور پہنچی تھی کیونکہ ہشام مرزا نے ارحم کے تاثرات بدلتے دیکھے تھے۔اس کی پیلی پڑتی رنگت یکدم سرخ ہوئی تھی۔آنکھیں بہت ضبط سے جیسے بند کی ہوں۔

www.novelsclubb.com

"ہم اکثر زیادہ کی چاہ میں اسے بھول جاتے ہیں جو ہمارے رب نے ہمیں پہلے ہی عطا کیا ہوتا ہے۔" انہوں نے مسکرا کر موضوع بدلا تھا۔ ان کا وقت اب ختم ہو رہا تھا۔ انہیں جلد ہی اسٹیج سے اترنا تھا۔

"ہر کامیاب سٹوری میں آپ کو بہت سے ایسے واقعات سننے کو ملیں گے جہاں آپ سوچ میں پڑ جائیں گے کہ شاید کامیابی اور ٹریجڈی دونوں کے صرف معنی ہی مختلف ہیں کیونکہ حقیقت تو دونوں کی ایک سی ہی ہے۔" ان کی آخری بات نے ایک بار پھر بہت سے ہاتھ اٹھائے تھے۔

www.novelsclubb.com

"آئی ایم سوری لیکن اب میرا اور آپ کا وقت ختم ہونے والا ہے۔ یہاں اس اسٹیج پہ آج بات کر کے اور آپ جیسے نوجوانوں کی اپنے اپنے کیریر کو لے کر رغبت دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی ہے۔ میں اُمید کرتا ہو آپ لوگ اپنی اپنی پروفیشنل لائفز میں بھی بہت اچھا پرفورم کریں گے۔ شکریہ۔"

ہشام مرزا اپنے الوداعی کلمات کہہ کر نیچے اترے تو سب نے کھڑے ہو کر ان کا زوردار تالیوں سے شکریہ ادا کیا۔ ایسے میں موقع دیکھ کر ارحم وہاں سے نکل گیا تھا۔ شاہ میر اور حماد بھی بھاگنے کے سے انداز میں اس کے پیچھے گئے تھے۔ انہیں وہاں سے ایسے جاتے ہشام مرزا نے دیکھ لیا تھا۔ ان کے ساتھ ساتھ اس آڈیٹوریم کی دیواروں نے بھی ہشام مرزا کی قسمت پہ افسوس سے آنکھیں بند کر لیں۔

☆☆☆

یونیورسٹی سے اپارٹمنٹ اور اپارٹمنٹ سے ارحم کے کمرے تک، سارے راستے ان تینوں میں سے کسی نے کوئی بات نہیں کی تھی۔ بات کرنے کو کچھ تھا ہی نہیں۔ ایک عجیب سی خاموشی تھی جو ان کے درمیان حائل تھی۔ حماد اور شاہ میر ارحم کے کمرے میں موجود تھے جہاں وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے لیٹا تھا۔ ایک بازو آنکھوں کے اوپر تھا ایسے جیسے ساری روشنیوں سے منہ موڑا ہو۔

www.novelsclubb.com

اس بار نہ اس کی طبیعت خراب ہوئی تھی، نہ تو کوئی پینک اٹیک آیا تھا۔ لیکن وہ خاموش تھا۔ بہت خاموش۔ وہ ویسے بھی کم ہی بولتا تھا لیکن جب سے وہ آئے تھے اس نے ایک لفظ منہ سے نہیں نکالا تھا۔

حماد جو کہ کمرے میں موجود صوفے پہ بیٹھا تھا، ایک نظر ساتھ بیٹھے شاہ میر کو دیکھا جس کی نظر مسلسل ارحم پہ ٹکی تھی۔ اس نے ہلکی سی کہنی شاہ میر کو ماری اور کمرے سے باہر آنے کا اشارہ کیا۔

اب وہ دونوں باہر لاؤنج میں بیٹھے تھے۔ لاؤنج کی وہ ملائی رنگ کی دیواریں جنہوں نے کل ہنسی مذاق کی محفل دیکھی تھی، آج موت کی سی خاموشی میں ڈوبی تھیں۔

"مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ ہم نے گیسٹ لسٹ کیوں نہیں دیکھی۔" شاہ میر کو خود پہ غصہ تھا۔ اگر انہیں پتہ ہوتا کہ ہشام مرزا آج وہاں آنے والے تھے تو وہ کبھی بھی اس سیمینار میں نہ جاتے۔

"اس میں ہمارا قصور نہیں ہے شامی۔ ہمیں بالکل اندازہ نہیں تھا وہاں کیا ہونے والا ہے۔"حماد نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔ کسی کو الزام دینے سے کچھ نہیں ہونے والا تھا۔

"میں نے اس دن ارحم کو کہا تھا کہ اسے ہشام انکل کو ایک موقع دینا چاہئے۔ ان کی بات سننی چاہئے لیکن میں غلط تھا۔ تین سال بعد بھی دیکھا جائے تو مجھے لگتا ہے کہ ارحم اور ہشام انکل آج بھی وہیں کھڑے ہیں۔"شاہ میر نے ایک نظر گھوم کر ارحم کے کمرے کی طرف دیکھا۔ چہرے پہ دکھ تھا۔ بھائی جیسے دوست کی ایسی حالت کا دکھ۔

www.novelsclubb.com

"تمہیں کیا لگتا ہے، ہشام انکل کو اپنی غلطیوں کا احساس ہے؟"اس نے نجانے کس احساس کے تحت یہ پوچھا تھا۔ اس نے آج ہشام مرزا کو بہت غور سے دیکھا تھا۔ اتنے سالوں بعد۔ ویسے ہی تھے۔ ایسے جیسے وقت میں کہیں قید ہو گئے ہوں۔

"اگر انہیں ہے بھی تو اب بہت دیر ہو چکی ہے۔ جتنا نقصان اب ہو گیا ہے اسے ریورس نہیں کیا جا سکتا۔ ارحم کی زندگی ایک دفع برباد کی جا چکی ہے۔ میں دوبارہ کسی کو اس کی زندگی کے ساتھ نہیں کھیلنے دوں گا۔" حماد کے لہجے میں سختی تھی۔ اس کی سیاہ آنکھیں طیش سے سرخ ہوئی تھیں۔

شاہ میر نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور پھر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"ہمیں ارحم کو کہیں باہر لے کر جانا چاہئے۔ اس کا ایسے کمرے میں بند رہنا ٹھیک نہیں ہے۔" شاہ میر نے جیسے فیصلہ کیا تھا۔

www.novelsclubb.com

"پر کہاں؟ ارحم بہت ضدی ہے، وہ کہیں نہیں جائے گا۔" اس نے یاسیت سے سر دونوں ہاتھوں میں دے دیا۔

"لاہور۔" شاہ میر کے ایک لفظی جواب پہ حماد نے فوراً سر اٹھایا۔

"لاہور؟ابھی؟خیریت ہے؟"اسے شاہ میر کی ذہنی حالت پہ جیسے شک ہوا تھا۔

"میری بات سمجھ۔ارحم کو تو جانتا ہے۔وہ اگلے ایک ہفتے خود کو کمرے میں بند رکھے گا لیکن باہر نہیں نکلے گا۔اور تو نے ویسے بھی اس ہفتے واپس جانا تھا۔تو پھر بس تیرے بہانے سے ہم تینوں لاہور جائیں گے۔اسد انکل اور صفیہ دادو سے مل کر مجھے یقین ہے وہ کافی بہتر محسوس کرے گا۔"

شاہ میر کی بات میں دم تھا۔حماد نے چند لمحے سوچا۔پھر جیب سے اپنا موبائل نکالا۔ریسنٹ کال لاگ میں جو پہلا نمبر تھا اس پہ کلک کیا۔کچھ ہی دیر میں کال اٹھالی گئی تھی۔

www.novelsclubb.com

"بابا ہم لاہور آرہے ہیں۔"بغیر کوئی تمہید باندھے حماد نے گویا اسد مرزا کو خاموش کر دیا تھا۔

"ہاں بیٹا تم نے ویسے بھی آنا ہی تھا۔"انہوں نے کچھ نا سمجھی سے جواب دیا۔

"نہیں بابا، صرف میں نہیں۔ ہم تینوں آرہے ہیں۔" تینوں پہ زور دیا۔

"کیا مطلب؟" اب کی بار وہ صحیح معنوں میں الجھے تھے۔ حماد نے انہیں ساری بات بتائی۔ وہ لمحے بھر کو تو کچھ نہ کہہ سکے لیکن پھر بولے تو صرف اتنا۔

"جیسا تم لوگوں کو ٹھیک لگے بیٹا۔"

ان کی کال بند ہوئی تو شاہ میر اور حماد نے لاہور کے لئے گاڑی کی ٹکٹ بک کروائیں۔

-

www.novelsclubb.com

مغرب کے بعد کا اندھیرا جب پورے آسمان میں پھیلا تو ارحم کی تب آنکھ کھلی تھی۔ وہ لیٹے لیٹے کب سو گیا تھا اسے کچھ اندازہ ہی نہ ہوا۔ کمرے کی لائٹس آف تھیں تو اسے اندھیرے میں اٹھ کر دروازے تک جانے میں تھوڑی سی مشکل

ہوئی تھی۔ کمرے کا دروازہ کھول کر جب وہ باہر نکلا تو لاؤنج کا ایک زرد بلبل جل رہا تھا۔

وہاں صوفے پہ وہ دونوں تھے۔ اپنے اپنے موبائلز میں مصروف۔ ارحم سیدھا اوپن کچن کی طرف گیا تھا۔ اس کا گلا خشک تھا۔ ایسے جیسے بہت سے کانٹے حلق میں اٹک گئے ہوں۔ پانی گلاس میں انڈیل کر وہ چپ چاپ ان کے ساتھ آبیٹھا تھا۔

"کیسی طبیعت ہے؟" شاہ میر کے استفسار پہ ارحم نے کندھے اچکائے اور ایک سانس میں سارا پانی پی گیا۔ گلے میں یکدم ڈھیروں ٹھنڈک محسوس ہوئی تھی۔

"ٹھیک ہوں۔" مدھم سی آواز میں جواب آیا تھا۔

www.novelsclubb.com

"چل پھر پیکنگ شروع کر۔"حماد نے موبائل سے نظریں ہٹائے بغیر کہا تھا۔

ارحم نے کچھ اچھنبے سے اسے دیکھا۔ پھر سوالیہ نگاہیں شاہ میر پہ جما دیں جیسے پوچھ رہا ہو کون سی پیکنگ؟

"ہم کل لاہور جا رہے ہیں۔"شاہ میر کے جواب پہ ارحم کی بادامی آنکھیں پھیل گئیں۔اس نے حیرت سے حماد کو دیکھا جس کی نظریں ایک بار بھی نہیں اٹھی تھیں۔

"میں کہیں نہیں جا رہا۔"فوری انکار آیا تھا۔

www.novelsclubb.com

"میں پوچھ نہیں رہا،بتا رہا ہوں۔"حماد کی آواز میں کچھ تھا۔ارحم نے سر نفی میں ہلانا شروع کر دیا۔

"تم لوگ پاگل ہو گئے ہو۔میں بالکل ٹھیک ہوں اور کہیں نہیں جانے والا۔"وہ اپنی جگہ سے اٹھنے والا تھا جب شاہ میر نے اسے بازو سے پکڑ کر واپس بیٹھایا۔

"ہم نے کب کہا تجھے کچھ ہوا ہے۔ حماد نے ویسے بھی جانا تھا پرسوں تو ہم کل اس کے ساتھ جا رہے۔ اسی بہانے گھوم پھر بھی آئیں گے۔" بے پرواہ سے انداز میں شاہ میر نے اسے سمجھایا۔ وہ اسے یہ تاثر ہرگز نہیں دینا چاہتا تھا کہ ارحم کی وجہ سے انہوں نے یہ فیصلہ لیا۔

"میرے ماتھے پہ گدھا لکھا ہوا ہے کیا؟" اب کی بار اس کی آواز تھوڑی اونچی ہوئی۔ نیند کے بعد والی سستی غائب ہو چکی تھی۔ اس کا دماغ اب نیند سے بیدار ہو گیا تھا۔

www.novelsclubb.com

"آج صبح تک ایسا کوئی پلین نہیں تھا تو پھر ایسے اچانک۔ مجھے کیا کچھ نظر نہیں آرہا؟" ارحم کی بھنویں تنی ہوئی تھیں۔ اسے پتہ نہیں کیوں اتنا غصہ آرہا تھا۔

"اچھا تو اگر تمہیں سب نظر آرہا ہے تو اتنے ڈرامے مت کرو۔ ہم کل جارہے ہیں اور یہ فائنل ہے۔" حماد نے ساری گفتگو میں پہلی بار اسے دیکھا تھا۔ موبائل کی روشنی میں اس کی سیاہ آنکھیں چمک رہی تھیں۔

"تم لوگوں کو جانا ہے تو جاؤ۔ مجھے تنگ مت کرو۔" وہ اب کی بار اپنی جگہ سے اٹھ گیا تھا۔ قدم واپس کمرے کی طرف جانے کے لئے بڑھائے۔

"تم کب تک یہ سب کرتے رہو گے ارحم۔" حماد کی آواز پہ اس کے چلتے قدم تھم گئے۔ "کب تک خود کو ایسے اذیت دیتے رہو گے۔" آواز میں دکھ تھا۔ تکلیف تھی۔ ارحم نے آنکھیں سختی سے بھینچ لیں۔

"تم کیا کہہ رہے ہو مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا۔" اب جب آنکھیں کھلی تو وہ سرخی مائل تھیں۔ اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ اسے ان دونوں کی نظریں اپنے اوپر محسوس ہو رہی تھیں۔

www.novelsclubb.com

"کیا تم ہر بار ان سے سامنے کے بعد خود کو ایسے بند کر لیا کرو گے؟"حماد ایک قدم چل کر آگے آیا۔ "خود کو کیوں کل کے ان اندھیروں میں قید کر رکھا ہے تم نے ؟"اس کی بات پہ چند لمحے ہر سو خاموشی چھا گئی۔ لاؤنج کی اس جلتی زرد بتی کی وجہ سے ہر طرف سوگ کا ماحول تھا۔

"یہ اندھیرے میری ذات کے لئے ناسور بن گئے ہیں حماد۔ ان سے پیچھا چھڑانا مطلب خود کو مزید اذیت میں ڈالنا۔ مجھے میرے حال پہ چھوڑ دو۔ میں اب ان کا عادی ہو گیا ہوں۔ "اس کی آواز میں تھکن تھی۔ وہ جیسے بہت سارا رونا چاہتا تھا لیکن اب آنسو خشک ہو چکے تھے۔

www.novelsclubb.com

"اب بس کر دو ارحم۔ پلیز چلو ساتھ۔ "یہ التجا شاہ میر نے کی تھی۔ "صرف دو دن کی بات ہے۔ ہم پھر واپس آجائیں گے۔"

"مجھے کچھ وقت اکیلے رہنا ہے تم لوگ کیوں نہیں سمجھ رہے۔"وہ یکدم بھڑک اٹھا تھا۔اس نے پلٹ کر انہیں دیکھا جو اس سے تھوڑے فاصلے پہ کھڑے تھے۔ تنفس پھولا ہوا تھا۔اس کا ضبط اب ٹوٹنے والا تھا۔ صبح والی ہشام مرزا کی باتیں اب ہتھوڑوں کی طرح اس کے سر پہ برسنے لگی تھیں۔

"تمہیں ہم پر ترس نہیں آتا؟"حماد بھی اتنے ہی غصے سے چلایا۔وہ چل کر اس کے عین سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔سیاہ آنکھیں ان ہیزل آنکھوں سے بہت کچھ کہنا چاہ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"حماد!"شاہ میر نے حماد کا ایک کندھا پکڑ کر اسے پیچھے کی طرف جھڑکا تھا۔اسے ڈر تھا وہ دونوں ابھی لڑ پریں گے۔ لاؤنج کی وہ ملائی رنگ دیواروں نے دم سادھ لیا تھا۔ آس پاس کی ہر شے ان دو بھائیوں کو دیکھ رہی تھی جو ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے۔کون پہلے ہارے گا؟شرط لگائی گئی۔

"تمہیں ہمارا تھوڑا سا بھی خیال نہیں ہے ناں؟"حماد نے اپنی انگلی سے اس کے سینے پہ دستک دی۔"تمہیں ہمیں تکلیف دے کر سکون ملتا ہے کیا؟"وہ بول رہا تھا اور سب سن رہے تھے۔

"ہر بار تم خود کو ایسے بند کر لیتے ہو۔ہم چاہ کر بھی تمہارے لئے کچھ نہیں کر پاتے۔ کیا تم ہمیں اس طرح بے بس دیکھ کر خوش ہوتے ہو؟"وہ کہاں وار کر رہا تھا۔ کیسے ظالم طریقے سے۔

"کیا چاہتے ہو تم۔"ارحم کی خاموش نظریں اس پہ ٹھہری ہوئی تھیں۔سارا غصہ ان سیاہ آنکھوں کو دیکھ کر جھاگ کی طرح بہہ گیا تھا۔اُف ان آنکھوں کا درد اس سے ہر گز برداشت نہیں ہوتا تھا۔

www.novelsclubb.com

"تم جانتے ہو میں کیا چاہتا ہوں۔"یاد دلایا گیا۔ارحم نے ایک لمبی سانس اندر کھینچی اور گردن جھکادی۔وہ ہار مان چکا تھا۔وہ اس انسان سے نہیں لڑ سکتا تھا۔کبھی نہیں۔

کھڑکی سے باہر پھیلتے اندھیروں میں اب چاند کی روشنی چمک رہی تھی۔وہ روشنی لاؤنج میں موجود گلاس ونڈو سے چھن کر اندر آرہی تھی۔اس روشنی میں ان تینو ں کے چہرے منور ہونے لگے۔وہ تین لوگ جو ایک دوسرے کی خوشی کے لئے کسی بھی حد تک جانے کو تیار تھے۔

www.novelsclubb.com

☆☆☆

"لنڈن"

لنڈن میں سردیوں کی ہلکی پھلکی آمد کا سلسلہ شروع ہونے کو تھا۔ٹھنڈی ہواؤں نے یہ خوشخبری پھیلانا شروع کردی تھی۔سورج کی تپش کم ہونے لگی تھی اور

آسمان میں سفید بادلوں کی آمد زیادہ۔ ایسے میں لنڈن کے ہی شہر گرین وچ (Green which) کا ذکر کیا جائے تو یہ لندن کے جنوب مشرقی حصے میں واقع مشہور اور تاریخی علاقہ ہے۔ یہ جگہ خوبصورتی میں اپنی مثال آپ ہے لیکن یہاں کے سرسبز پارک، تاریخی عمارتیں اور دریائے ٹیمز River (Tames) کے خوبصورت نظاروں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے دیکھا جائے تو یہ گرین وچ میریڈیئن اور عالمی معیار وقت کی وجہ سے بھی مشہور ہے۔ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ وہ تاریخی علاقہ ہے جو وقت کے حساب سے دنیا کا مرکزی نقطہ مانا جاتا ہے۔

www.novelsclubb.com

اس شہر کی ان خوبصوت سڑکوں کی طرف آؤ تو ہماری کہانی کا مرکز ایک ایسی سڑک ہے جس کے دونوں اطرف میں ایک ہی قطار سے بہت سی رہائشی عمارتیں بنی ہیں۔ ایسے میں گلی کے بیچ و بیچ دائیں طرف اینٹوں کی دیوار والی اس

بڑی سی بلڈنگ میں موجود، چوتھی منزل کے اپارٹمنٹ کی کھڑکی سے اندر جھانکو تو تمہیں دو لڑکیاں نظر آئیں گی۔

"اُف امل میں بتا نہیں سکتی میں کتنی خوش ہوں۔" وہ کندھے سے اوپر آتے سنہرے بالوں والی لڑکی پر جوش تھی۔ اس کے ایک ہاتھ میں چھوٹا سا پنک ہینڈ بیگ تھا۔ ڈھیلی سی آسمانی رنگ کی شرٹ اور سفید جینز میں ملبوس اس کا چہرہ خوشی سے تمتما رہا تھا۔

"ہاں وہ تو نظر آرہا ہے کیتھی۔" اس کے ساتھ کھڑی امل نے سیاہ رنگ کی قمیض کے ساتھ سیاہ ہی ٹراؤزر زیب تن کیا تھا۔ سر کے گرد زیبرا پیٹرن کا سکارف لپیٹ رکھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں بھی ایک ہینڈ کیری تھا جسے وہ گھسیٹ کر اپنے ساتھ لا رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

یہ کیتھی کا اپارٹمنٹ تھا جو اس نے ابھی حال ہی میں لیا تھا۔ اور اب یہاں اس کے ساتھ امل بھی شفٹ ہونے والی تھی۔ یہ سارا سامان اسی کا تھا۔

"آؤ یہ سامان پہلے روم میں رکھتے ہیں۔ کیتھی کہہ کر آگے بڑھ گئی تھی۔ امل اس کے پیچھے کمرے تک آئی تھی۔ اس چھوٹے سے اپارٹمنٹ میں داخلی دروازے سے اندر آؤ تو راہداری سے گزر کر سامنے لاؤنج آتا تھا۔ نیلے رنگ کے دو بڑے صوفے آمنے سامنے پڑے تھے۔ اور ان کے ساتھ والی دیوار پہ ایک بڑا سا سلائڈنگ گلاس ڈور تھا جس کے پار ایک چھوٹی سی بالکنی تھی۔ اس بالکنی میں کھڑے ہو کر دور دور تک پھیلے گرین وچ کا نظارہ کیا جا سکتا تھا۔

بالکنی کو وہیں چھوڑ کر واپس لاؤنج کی طرف آؤ تو یہاں سے دونوں طرف راہداریاں تھیں۔ بائیں طرف ایک چھوٹا سا کچن بنا تھا جبکہ دائیں طرف والی راہداری سے گزرو تو ایک کمرے کا دروازہ کھلتا تھا۔ یہ کمرہ سفید اور گلابی رنگوں

سے سجا تھا۔اس کمرے کے عین وسط میں ایک کنگ سائز بیڈ تھا۔دائیں طرف ایک بڑی سی دیوار گیر الماری تھی۔ کمرے میں بہت کم فرنیچر تھا۔دو گلابی بین بیگز جو بیڈ کے سامنے پڑے تھے۔ایک سنگھار میز جو کونے میں تھا۔اس کے شیشے کے سامنے چھوٹے چھوٹے لائٹ بلبز لگے تھے جن کی روشنی سیدھا سامنے بیٹھے شخص پہ پڑتی تھی۔

امل کا سامان اب بیڈ پہ بکھرا تھا۔اس کے کپڑے، کتابیں اور باقی ضرورت کا سامان۔

www.novelsclubb.com

"پتہ ہے اپنی بیسٹ فرینڈ کے ساتھ ایک روم شیئر کرنا میرا خواب تھا۔" کیتھی اب اس کے کپڑے تہہ کر کے اپنی الماری میں رکھ رہی تھی۔

"تمہیں بیڈ کی کون سی سائڈ پسند ہے؟ مجھے تو کچھ بھی چل جائے گا۔" وہ واپس بیڈ کی طرف آ کر بولی۔ "تمہیں لائٹس آف کر کے سونا پسند ہے یا آن؟" اس کے سوال تھے کہ ختم ہی نہیں ہو رہے تھے۔

"ویسے میں آنٹی کی مزے مزے کی ڈشز بہت مس کروں گی۔" آخر میں اس نے تھوڑے دکھ سے کہا۔ امل بیڈ کے ایک کونے میں کھڑی آس پاس چیزوں کا جائزہ لے رہی تھی۔ اس نے ایک لفظ نہیں کہا تھا۔

"آنٹی اور انکل کی ٹکٹس ویسے کب کی ہیں۔" آخری سوال پہ اس نے پلٹ کر امل کی طرف دیکھا جو بہت خاموش تھی۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ باتونی لڑکیوں میں سے تھی، لیکن اس پل وہ ضرورت سے زیادہ چپ تھی اور اپنی بے تکی باتوں میں کیتھی کو خیال ہی نہیں آیا کہ وہ اداس ہے۔ اس کے ماں باپ ملک چھوڑ کر جا رہے تھے۔ اس سے دور جا رہے تھے۔ وہ بھلا کیسے خوش ہو سکتی تھی۔

www.novelsclubb.com

"تم ادھر بیٹھو ذرا۔" اب کی بار اس نے امل کو بیڈ پہ بیٹھایا اور خود کمرے سے باہر چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ ہاتھ میں پانی کا ایک گلاس لے کر آئی تھی۔ گلاس امل کو پکڑایا جس نے ایک ہی سانس میں گلاس خالی کر دیا تھا۔

"تم اداس مت ہو امل۔ آنٹی لوگ واپس اپنے ملک ہی تو جا رہے ہیں اور پھر کچھ ٹائم رہتا ہے تم بھی چلی جاؤ گی۔" وہ اب اسے دلاسہ دے رہی تھی۔ امل نے مسکرانے کی کوشش کی۔

"ہاں میں جانتی ہوں۔ بس میں انہیں بہت مِس کروں گی۔" وہی مدھم لہجہ۔

www.novelsclubb.com

"اچھا ویسے تمہیں پتہ ہے پاکستان کیسا ہے؟ میں نے تو بس سنا ہے وہاں کے بارے میں۔" وہ اب امل کا دھیان بھٹکانا چاہتی تھی۔ "پتہ ہے چاننا میں تو میں نے ہمیشہ بہت اچھا سنا تھا پاکستان کے بارے میں۔ وہاں پاکستان کے نام پر پہلا لفظ ہر ایک کے منہ سے دوست کا ادا ہوتا ہے۔ اسی لئے مجھے پاکستان جانے کا بڑا شوق

تھااور پھر جب تم نے بتایا تھا کہ تم پاکستان سے ہو تب تو مانو میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔"وہ کہہ رہی تھی اور امل بس اسے دیکھ رہی تھی۔

"تم بتاؤ تمہیں پاکستان کے بارے میں کچھ یاد ہے کہ نہیں؟"اس نے تھوڑا سوچ سمجھ کے پوچھا۔وہ جانتی تھی کہ امل کو پاکستان میں گزرا اپنا وقت یاد نہیں تھا لیکن اسے امید تھی کہ شاید وہ کچھ کہہ دے۔

"وہاں کے لوگ کیا سارے تمہاری طرح ہوتے ہیں؟ سنجیدہ اور کم گو؟"ایک اور سوال۔امل کے چہرے پہ سائے سے آکر گزر گئے تھے۔کیتھی نے غور نہیں کیا تھا۔

www.novelsclubb.com

"انسان کہیں بھی ایک سے نہیں ہوتے کیتھی۔فرشتے اور ابلیس دونوں ایک ہی آسمان کی مخلوق ہیں پر کتنے مختلف۔ویسے ہی انسان بھی ایک جگہ پہ رہنے کے باوجود ایک دوسرے سے بہت مختلف ہوتے ہیں۔"اس کی آواز بے لچک تھی۔

"تمہیں تو بہت انتظار ہو گا واپس جانے کا، نہیں؟"اس نے امل کی ان نیلی آنکھوں میں دیکھ کر پوچھا تھا۔

"انتظار وہاں کیا جاتا ہے جہاں کوئی آپ کا منتظر ہو۔"امل کی بات کیتھی کے اوپر سے گزری تھی لیکن خیر،امل کی اکثر باتیں کیتھی کو کہاں سمجھ آتی تھیں۔

"میں ہمارے کھانے کا کچھ انتظام کرتی ہوں۔"کیتھی کی چہکتی ہوئی آواز اسے کمرے سے باہر جاتی ہوئی محسوس ہوئی۔امل خاموشی سے اپنی چیزیں سمیٹ رہی تھی جب اس کا موبائل بجا۔

www.novelsclubb.com

'سکار کالنگ' کے الفاظ سامنے ڈگمگا رہے تھے۔اس نے کال اٹھالی۔

"ہیلو کریسٹل"وہی دلکش آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔"مجھے مِس تو نہیں کر رہی تھی؟"شوخ لہجے میں سوال آیا۔امل نے بے اختیار آنکھیں گھمائی تھیں۔

"کیا کام ہے سکار؟"سو کھاسا انداز۔سکار کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"Big News Crystal"

ایک سطر اور امل اس کی بات سمجھ گئی تھی۔

"کہاں ملنا ہے؟"وہ بے چین ہوئی۔بڑی خبر مطلب بری خبر۔اور امل بُری خبریں افورڈ نہیں کر سکتی تھی۔

"وہیں جہاں ہر بار ملتے ہیں۔میں تھوڑی دیر میں پہنچ رہا ہوں۔جلدی آنا۔"کال کٹ گئی۔امل کا دل بہت زور سے دھڑکنے لگا تھا۔کون کہتا تھا اسے ڈر نہیں لگتا۔کوئی اس سے پوچھے خوف کسے کہتے ہیں۔

☆☆☆

اس اوپن کیفے کی سرمئی دیواروں پہ خوبصورت پھول اب کھلے ہوئے تھے۔ گلابی، سفید،اور لال گلاب کے پھول جن کی خوشبو جب نتھنوں سے ٹکراتی تھی تو اندر تک ایک تازگی کی لہر دوڑ جاتی۔ سامنے پڑی کرسیاں آج خالی نہیں تھی۔ آج کے دن معمول کے برعکس یہاں کافی رش تھا۔ وہ دونوں بھی باہر موجود ایک ٹیبل کے گرد بیٹھے تھے۔ سامنے ایک بھاپ اڑاتا چائے کا کپ اور ایک برف سے بھری کولڈ کافی۔ دو مختلف چیزیں۔

"پورے دس منٹ لیٹ ہو آج تم۔"سفید جینز اور شرٹ پہ سفید مفلر چہرے کے گرد ڈالے سکار بولا تھا۔ امل انہی سیاہ کپڑوں میں ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی اس کے سامنے آکر بیٹھی تھی۔ سفید اور سیاہ۔ دو مختلف رنگ۔ دو مختلف لوگ۔

www.novelsclubb.com

"پچھلی بار تم سولہ منٹ لیٹ تھے۔ کیا میں نے کچھ کہا؟"امل نے چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے سوال کیا۔ سکار نے کندھے اچکائے اور کرسی سے ٹیک لگالی۔ دونوں کے بیچ کچھ دیر خاموشی حائل رہی۔

“So? What is the big news?”

اس کے استفسار پہ سکار نے اپنے ارد گرد نظریں دوڑائی۔ لوگ اور کھانا۔ چاروں طرف ایک سا ہی منظر تھا۔ پھر تھوڑا سا آگے کو ہو کر بیٹھا۔ اُسے بھی جیسے آگے ہونے کا اشارہ کیا۔

www.novelsclubb.com

"تمہیں کوئی ڈھونڈ رہا ہے۔"اس نے بہت آہستہ لہجے میں بات کا آغاز کیا۔

"کیا؟"امل نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"کوئی تمہارے بارے میں پتا لگوانا چاہتا ہے کریسٹل۔ مجھے کل ہی اپنے سورسز سے ایک تصویر موصول ہوئی ہے۔ تمہاری تصویر۔" امل کے چہرے سے تمام رنگ مانو ہوا ہو گئے تھے۔ یکدم جیسے سانس لینا مشکل ہوا تھا۔

"اس تصویر میں تمہارا چہرہ صاف واضح نظر آرہا ہے۔ تم شاپنگ مال سے باہر نکل رہی تھی۔ ہاتھ میں بیگز تھے۔ شاید تم اکیلی تھی۔" سکار اب اپنے موبائل، میں وہ تصویر کھول کر اسے دیکھا رہا تھا۔ امل نے لرزتے ہاتھوں سے اس کا موبائل پکڑا۔ سامنے ایک تصویر تھی۔ اس کی تصویر۔ اسے اپنا گلا بند ہوتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ نظروں کے سامنے اندھیرا سا چھانے لگا تھا۔ سکار نے اس کی بدلتی حالت دیکھ کر موبائل واپس لیا۔

"کریسٹل؟ ریلیکس۔" اس نے اپنی کولڈ کافی اس کے سامنے کی۔ "یہ لو ایک گھونٹ لو۔" امل نے خاموشی سے اس کا کپ اٹھایا۔ ایک گھونٹ سے اندر تک

برف کی ٹھنڈک گئی تھی۔ آنکھوں کے سامنے کا اندھیرا چھٹنے لگا تھا۔ اس نے خود کو واپس کمپوز کیا۔ وہ ایسے کمزور نہیں پڑ سکتی تھی۔

"یہ۔۔یہ کس نے بھیجی؟ کچھ پتہ چلا؟" امل کی بات پہ سکار نے ایک لمبی سانس خارج کی۔ وہ اس کی حالت دیکھ پریشان ہو گیا تھا۔ اس نے کبھی اُس لڑکی کو ایسے نہیں دیکھا تھا۔ کمزور۔ ڈری ہوئی۔ یہ وہ کریسٹل نہیں تھی جسے سکار جانتا تھا۔

"ایک ویب سائٹ ہے 'Dark Oblivion' جو کہ ایک خوفیہ اور صرف دعوت پر مبنی فورم ہے جہاں لوگ افراد کی تلاش کی پوسٹس لگاتے ہیں۔ وہاں پر اس تصویر کے ساتھ کچھ ڈیٹیلز اور انعام کا ذکر تھا۔" وہ امل کے تاثرات کو جانچتے ہوئے اپنی بات کہہ رہا تھا۔ امل نے خود کو اب قدرے سنبھال لیا تھا۔ اس کا چہرہ اب بھی سفید پڑ رہا تھا لیکن تاثرات نارمل تھے۔

www.novelsclubb.com

"اس کا بہت کم لوگوں کو پتہ ہوتا ہے اس لئے تم فکر مت کرو۔"وہ شاید اسے تسلی دے رہا تھا۔

"جس نے یہ پوسٹ ڈالی کیا تمہیں پتہ ہے وہ کون ہے؟"اس کے سوال پہ سکار نے سر نفی میں ہلایا اور ایک بار پھر پیچھے کو ہو کر بیٹھ گیا۔ساتھ ہی اپنی کافی کا ایک گھونٹ بھرا۔

"وہ ایک Unknown ID سے کی گئی پوسٹ تھی۔ میں نے اسے ٹریس کرنا چاہا پر مجھے ایسی کوئی چیز نہ ملی جس سے کچھ جانا جائے۔"امل نے بے چینی سے پہلو بدلا۔اس کے لئے وہاں بیٹھنا اب مشکل ہوتا جا رہا تھا۔

"اب ہم کیا کریں گے؟"

"فی الحال میں اس بندے کے بارے میں پتہ لگواؤں گا۔شاید مجھے اسے ڈائرکٹ کانٹیکٹ کرنا پڑے۔ ایک بار یہ جان جاؤں کہ یہ ہے کون اور کیا چاہتا ہے تو

www.novelsclubb.com

صورت حال کو سمجھنا آسان ہو جائے گا۔ تب تک میں چاہوں گا کہ تم گھر زیادہ رہو۔ باہر آنا تمہارے لئے زیادہ محفوظ نہیں ہے۔ اور کوئی بھی مسئلہ پیش آئے تو مجھے فوری طور پر اطلاع دینا۔"

سکار کی بات پہ امل نے سر کو ہلکا سا خم دیا۔ اس کے چہرے کا اضطراب لمحے بھر کو بھی کم نہیں ہوا تھا۔ یہ اس کے ساتھ کیوں ہو رہا تھا۔ اسے بہت شدت سے رونا آیا ۔ سکار خاموش نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ہمیشہ کی طرح جیسے اس پہیلی کو سمجھنا چاہ رہا ہو۔

www.novelsclubb.com

"کیا تمہیں کسی پہ شک ہے؟" بالآخر اس نے وہ سوال پوچھا تھا۔ امل نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا لیکن اگلے ہی لمحے سر نفی میں ہلانے لگی۔

"نہیں کوئی نہیں۔"سکار جانتا تھا وہ جھوٹ بول رہی ہے۔وہ بھی جانتی تھی کہ سکار کو اس کا جھوٹ صاف نظر آرہا ہے۔لیکن اس شخص کا نام وہ نہیں لے سکتی تھی یا شاید لینا نہیں چاہتی تھی۔

امل نے اپنی گرما گرم چائے کا کپ اٹھایا۔اس سے بھاپ اٹھ کر ہوا میں تحلیل ہو رہی تھی۔امل کی نظریں اپنی چائے پہ تھیں۔کالی چائے دیکھتے ہی دیکھتے نیلے رنگ میں تبدیل ہونے لگی۔نیلا رنگ۔دریا کا سا نیلا رنگ۔

یہ آج سے تین سال پہلے کا واقعہ ہے۔

www.novelsclubb.com

دریا کا نیلا پانی اور اس پانی کے بہنے کا شور انسانی دماغ کو اپنے حصار میں لینے کی طاقت رکھتا ہے۔ویسے ہی اس وقت پندرہ سالہ امل بھی اس پانی کے حصار میں خود کو پا رہی تھی۔

"جانتی ہو بہتا ہوا پانی صاف ہوتا ہے۔" اسے اپنے عقب سے آواز آئی۔ ایک آدمی اس کے ساتھ ہی جھک کر دریا سے پانی پی رہا تھا۔ امل نے بہت غور سے اسے دیکھا پھر نظریں پھیر لیں۔

"آپ کو کیسے پتہ؟ ہو سکتا ہے یہ پانی اپنے ساتھ کافی ساری گندگی لا رہا ہو۔" پندرہ سالہ امل کی آنکھوں میں تجسس تھا۔ ساتھ بیٹھا آدمی اب کھڑا ہو گیا تھا۔ مسکرا کر اسے دیکھنے لگا۔

"بہتا ہوا پانی بہت پیچھے سے آرہا ہوتا ہے۔ یہ تمام گندگی اپنے ساتھ بہا کر لے جاتا ہے اور اگلا آنے والا پانی پچھلے والے سے صاف ہوتا ہے۔" ان کی بات پہ امل نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا لیکن پھر سر جھٹک دیا۔

"بہتے دریا کا شور بہت خوبصورت ہوتا ہے۔" امل نے اس آواز کو اپنے اندر اترتا محسوس کیا۔ آج ہوائیں تیز تھی اور پانی کا بہاؤ بھی۔

www.novelsclubb.com

"پتہ ہے پرانے زمانے میں لوگ دریاؤں کے پاس اپنا گھر بنایا کرتے تھے۔"وہ آدمی ایک بار پھر گویا ہوا۔ امل کی بھنویں سوالیہ انداز میں سکڑ گئیں۔ آدمی کی مسکراہٹ اب سمٹ چکی تھی۔

"بہتے دریا کا شور بہت تیز ہوتا ہے جس وجہ سے لوگ اپنا گھر اس کے نزدیک بنایا کرتے تھے۔ ان کے مطابق اگر غلطی سے ان کے بچے یا کوئی بھی گھر کا راستہ بھول جاتا تو وہ دریا کے اس شور کا پیچھا کرتے کرتے اپنے گھر تک پہنچ سکتا تھا۔ یہ دریا بھولے بھٹکوں کو گھر کا راستہ دکھاتا تھا۔ یہ آواز ان کے لئے گھر کی پکار تھی۔"وہ کہہ کر پیچھے ہو گیا۔ امل نے آنکھیں بند کر کے اس شور کو اپنے اندر کے شور پہ حاوی ہونے دیا۔

دریا گھر کا راستہ دکھاتا ہے۔

دریا۔۔۔ نیلا دریا۔۔۔

www.novelsclubb.com

سب اس بھاپ اڑاتے کپ کی طرح تحلیل ہو گیا۔ نیلا رنگ ایک بار پھر سیاہ ہو گیا تھا۔ ماضی کہیں پیچھے چھوٹ گیا تھا۔ حال اس کے سامنے تھا۔

"کریسٹل؟" سکار کی آواز اسے اپنے آج میں لائی تھی۔ امل نے نظریں اٹھا کر ان گہری بھوری آنکھوں میں دیکھا جو پہلی نظر میں سیاہ لگتی تھیں۔

"تم ٹھیک ہو؟" اس کے استفسار پہ امل نے نظریں پھیر لیں۔

"میرے پاس وقت بہت کم ہے سکار۔" اس کی آواز میں اب پہلے والا ڈر نہیں تھا۔ نہ ہی وہ خوف زدہ نظر آتی تھی۔ سکار کو یکدم امل شائز نہیں بلکہ اپنی کریسٹل نظر آئی تھی۔

"تم میرا آخری سہارا ہو اور میں اس سہارے کا بھرپور فائدہ اٹھانے والی ہوں۔" وہ بول کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اسے دیکھ سکار بھی اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔ ان کی

www.novelsclubb.com

ملاقات تمام ہوئی تھی۔ اس خالی کپ اور گلاس نے ان دو مختلف لوگوں کو مختلف سمت جاتے دیکھا تھا۔ مقصد ایک تھا لیکن انداز مختلف۔

☆☆☆

"لاہور"

صبح کا سورج آج بادلوں کی اوٹ میں چھپا تھا۔ ہوائیں تیز تھیں۔ چلتے بادلوں کی وجہ سے کبھی سورج چھپ جاتا تو کبھی ظاہر ہونے لگتا۔ ایسے میں لاہور کی ٹریفک بھری سڑکوں سے گزر کر اسد مرزا کے گھر کی طرف آؤ تو وہاں پچھلے کچھ مہینوں کے برعکس کافی رونق لگی تھی۔ اور اس رونق کی وجہ وہ تین افراد تھے جو جب سے آئے تھے تب سے خاموشی نے اس گھر کا ٹھکانا چھوڑ دیا تھا۔

www.novelsclubb.com

"کتنے کمزور ہو گئے ہو ارحم بیٹا۔"صفیہ مرزا ارحم کے ساتھ اپنے کمرے میں بیٹھی، اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے پریشانی سے کہہ رہی تھیں۔ حماد اور شاہ میر بھی ان دنوں کے ساتھ ہی تھے۔

"دادو آپ کی نظر کمزور ہوتی جا رہی ہے۔ اسے غور سے دیکھیں۔ یہ آپ کو کہاں سے کمزور لگ رہا ہے۔"حماد ان کے تبصرے سے متفق نہیں تھا۔

"نہیں بیٹھا دیکھو کتنا چھوٹا سا منہ نکل آیا ہے میرے بچے کا۔"ارحم کا منہ اپنے ہاتھوں میں لئے وہ اب اسے ہر زاویے سے دیکھنے لگیں۔ اپنی دادی کو ایسے فکر مند دیکھ ارحم مسکرانے لگا۔

"کیا ہو گیا ہے دادو، اتنا تو کھاتا ہوں۔"ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر ارحم نے یقین دلایا۔

www.novelsclubb.com

" صحیح کہہ رہا ہے صفیہ دادو،اس کا بس چلے تو ہمیں بھی بیچ کھائے یہ۔"شاہ میر کی آواز پہ ارحم نے گھور کر اسے دیکھا۔صفیہ مرزا یکدم ہنس پڑیں۔

"مجھے یقین نہیں آرہا میرے تینوں بچے میرے سامنے ہیں۔"انہوں نے بہت پیار سے ان سب کے سروں پہ ہاتھ پھیرا۔

"اس کا کریڈٹ ہم دونوں کو جاتا ہے۔"شاہ میر نے اپنے اور حماد کی طرف اشارہ کیا تو ارحم نے آنکھیں گھمائیں۔

"ارحم کو تو ویسے بھی اب میری یاد ہی نہیں آتی کو وہ مجھ سے آکر مل لے۔"انہوں نے شکایت کی۔ارحم ابھی اپنے دفاع میں کچھ کہتا کہ کمرے کا دروازہ کھول کر اسد مرزا اندر آئے تھے۔

"ارے بچوں، آگئے تم لوگ۔"انہیں دیکھ سب ان سے ملنے کے لئے اٹھے تھے۔ اسد مرزا کچھ جلدی میں تھے اس لئے ان کے ساتھ نہیں بیٹھ سکے۔

www.novelsclubb.com

"امی وہ میں نے آپ کو بتایا تھا نہ کہ سلیم اور اس کے گھر والے شام تک ہماری طرف آرہے ہیں۔ میں ابھی آفس کے لئے نکل رہا ہوں۔ شام کو جلدی آنا ہے تو اس لئے۔"

سلیم ملک کے نام پر ان تینوں نے حیرت سے پہلے ایک دوسرے کو اور پھر اسد مرزا کو دیکھا۔

"ہاں بیٹا مجھے یاد ہے۔ میں ملازموں سے کہہ کر کھانے کا اچھا سا اہتمام کروالوں گی۔ تم بس یاد سے جلدی آجانا۔" اسد مرزا نے سر کو خم دیا اور خدا حافظ کہہ کر باہر نکل گئے۔

"سلیم انکل کی فیملی آرہی ہے؟" حماد نے استفسار کیا۔ ارحم اور شاہ میر بھی انہی سوالیہ نظروں سے صفیہ مرزا کو دیکھ رہے تھے۔

www.novelsclubb.com

"جی بیٹا وہ کسی کام کے سلسلے میں آرہے تھے تو اسد نے ان کو فیملی کے ساتھ دعوت دے دی۔ "وہ اب کہہ کر اپنی جگہ سے اٹھ رہی تھیں۔ انہیں بہت سارا کام تھا۔

ان کے جاتے ہی حماد اور شاہ میر کے چہروں پہ شیطانی مسکراہٹوں نے جگہ لے لی۔ وہ ایک ہی نظر ارحم پہ ٹکائے بیٹھے تھے جو سب سمجھ رہا تھا۔

"تم لوگوں کے منہ سے میں نے ذرا سی بھی بکواس سنی تو پھر تم لوگوں کی خیر نہیں۔ "اس نے تنبیہ کی۔ بھوری اور سیاہ آنکھوں میں شرارت تھی۔

"بہت بے غیرت ہو تم لوگ۔ "وہ جھنجھلا کر اٹھ گیا۔ یہ لوگ اس کا پیچھا نہیں چھوڑنے والے تھے۔ وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔ ان دونوں نے اس کے جاتے ہی زوردار قہقہہ لگایا تھا۔ لاہور آنے کا اصل مزا تو اب آنے والا تھا۔

www.novelsclubb.com

رات آٹھ بجے سلیم ملک اپنی فیملی کے ساتھ اسد مرزا کے گھر آپہنچے تھے۔ان کا استقبال صفیہ مرزااور اسد مرزانے مل کر کیا تھا۔ان لوگوں کو پہلے لاؤنج میں بیٹھایا گیا تھاجہاں چھت سے لٹکتے فانوس کی روشنی ہر جگہ پھیلی ہوئی تھی۔ سلیم ملک کا یہاں پہلے کئی بار چکر لگتا رہا تھا لیکن فیملی کے ساتھ وہ پہلی بار آئے تھے اور جتنے متعجب حلیمہ، آئرہ اور ہادی لگتے تھے،اُس سے اندازہ لگایا جاسکتا تھا۔

"مجھے امید ہے آپ لوگوں کو یہاں آنے میں کوئی مشکل نہیں ہوئی ہوگی۔"صفیہ مرزاملازموں کو کھانا لگانے کی ہدایت دے کر اب ان کے ساتھ آکر بیٹھی تھیں۔

"جی نہیں خالہ کوئی مشکل نہیں ہوئی۔"جواب سلیم ملک کی طرف سے آیا تھا جو اسد مرزا کے ساتھ والے صوفے پہ بیٹھے تھے۔ان کے بالکل سامنے ٹیبل کے دوسری طرف حلیمہ بیٹھی تھیں۔جبکہ اسد اور صفیہ کے سامنے آئرہ اور ہادی تھے۔

www.novelsclubb.com

"امی وہ تینوں کہاں ہیں آپ نے انہیں کال کی تھی؟"اسد مرزا کا اشارہ حماد،ارحم اور شاہ میر کی طرف تھا۔

"جی بیٹا وہ لوگ بس آتے ہی ہوں گے۔"صفیہ مرزا نے ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی انہیں کال کر کے گھر آنے کا کہا تھا۔وہ لوگ تینوں دن کو باہر نکلے تھے اور اب کھانے کے لئے انہیں گھر بلایا گیا تھا۔

"آئزہ اور ہادی بیٹا آپ لوگ بور تو نہیں ہو رہے؟"اسد مرزا نے اب کی بار ان دونوں سے سوال کیا جو خاموشی سے ہر چیز کا جائزہ لے رہے تھے۔

www.novelsclubb.com

آئزہ نے آرغوانی رنگ کی شورٹ فراک کے ساتھ اسی رنگ کا پلین ٹراؤزر اور گلے میں ڈپٹہ زیب تن کیا ہوا تھا۔کمر تک آتے لمبے بال آدھی پونی ٹیل میں باندھے ہوئے تھے۔جبکہ ہادی نے نیلے رنگ کی چیک شرٹ کے ساتھ سفید پینٹ پہنی تھی۔گہرے بھورے بال پیچھے کو سیٹ کئے ہوئے تھے۔

"نہیں انکل بالکل بھی نہیں۔" وہ اچانک سے ایسے مخاطب ہونے پہ ہڑبڑا گئی تھی۔ ہادی نے ساتھ بیٹھے بس ہلکا سا سر ہلایا تھا۔ نئی جگہ پہ وہ ہمیشہ تھوڑا سا جھجھکتا تھا۔

"مجھے یقین نہیں آرہا سلیم کے بچے اتنے بڑے ہو گئے ہیں۔" صفیہ مرزا انہیں کافی عرصہ بعد دیکھ رہی تھیں۔

"آخری دفعہ جب آپ ہماری طرف آئی تھیں تب تو آئرہ صرف تین سال کی تھی اور ہادی کچھ ہفتوں کا۔" حلیمہ نے یاد کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں بالکل۔ ہم ہادی کو دیکھنے آئے تھے جب اسد نے مجھے اس کے بارے میں بتایا تھا۔ اب تو نہ جانے کتنے سال گزر گئے اس شہر کا منہ دیکھے ہوئے۔" ان کے آخری فقرے میں افسردگی گھل گئی تھی۔ اسد مرزا نے ماں کے کندھے پہ ہاتھ رکھا جیسے انہیں ماضی سے باہر نکالنا چاہتے ہوں۔ اسی وقت ملازم لڑکا رامیل ان کی طرف آیا تھا۔ کھانا لگ گیا تھا شاید۔

www.novelsclubb.com

سب لوگ اب سفید روشنیوں سے سجے اس بڑے سے ڈائننگ ہال میں بیٹھے تھے جہاں طرح طرح کے لوازمات سے دستر خوان سجا تھا۔ کھانوں کی خوشبو ایسی کہ پیٹ میں چوہے دوڑنے کا گمان ہو۔ کھانا ابھی شروع نہیں ہوا تھا۔ صفیہ مرزا ایک بار پھر ان تینوں کو کال کرنے والی تھیں جب مین گیٹ عبور کرتے وہ لوگ سیدھا ڈائننگ ہال کی طرف آئے تھے۔

"دادو میرے پیٹ میں ہاتھی بندر سب کبڈی کھیل رہے ہیں۔" حماد جو بھاگتا ہوا اندر آیا تھا سامنے موجود مہمانوں کو دیکھ ٹھٹک کے رک گیا۔ پھر اچانک یاد آنے پہ من ہی من خود کو کوسا تھا۔ وہ کیسے ان لوگوں کے آنے کا بھول سکتا تھا۔ اف اس کا پھٹا ہوا سپیکر ان سب نے سنا ہو گا۔

www.novelsclubb.com

ارحم اور شاہ میر جو اس کے پیچھے آئے تھے، حماد کو ایسے شرمندہ کھڑا دیکھ انہوں نے بڑی مشکل سے اپنی ہنسی پہ قابو پا رکھا تھا۔ دونوں نے اسے یاد کروانے کی زحمت نہیں کی تھی اگر کروا دیتے تو بعد میں اس کا مذاق کیسے اڑاتے۔

"اسلام و علیکم بیٹا۔" سلیم ملک کے سلام پر ارحم اور شاہ میر پہلے آگے گئے تھے۔ حماد نے پیچھے سے انہیں کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

"و علیکم اسلام انکل۔" باری باری تینوں پہلے ان سے ملے تھے اور پھر حلیمہ سے۔ ہادی جو ماں کے ساتھ بیٹھا تھا منہ کھولے انہیں دیکھے گیا۔ شاہ میر فرقان؟ اس کا شاہ میر فرقان ایک بار پھر اس کے سامنے کھڑا تھا۔ حیرت اور خوشی کے ملے جلے تاثرات نے اسے آ گھیرا تھا۔

"کیسے ہو چھوٹے دوست؟" شاہ میر کی نظر جب اس پہ پڑی تو ملنے کے لئے پاس آ گیا۔

www.novelsclubb.com

"میں۔۔آپ۔۔۔میں ٹھیک ہوں۔"الفاظ اس کے منہ سے ادا ہی نہیں ہو رہے تھے۔وہ ہر بار شاہ میر کو دیکھ کر ایسے ہی بولنے کے قابل نہ رہتا تھا۔

شاہ میر نے پھر اس کے ساتھ بیٹھی آئرہ کو دیکھا۔سر کے خم سے سلام کیا۔آئرہ نے بھی اسی طرح سے جواب دیا تھا۔وہ ان لوگوں کو وہاں دیکھ کر حیران ضرور تھی لیکن ظاہر نہیں ہونے دیا۔اس کی نظریں شاہ میر سے ہوتے ہوئی ان بادامی آنکھوں پہ پڑی تھیں جو اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔سبز آنکھوں نے یکدم اپنا رخ بدل لیا لیکن وہ بادامی آنکھیں نہ بدل سکیں۔انہیں وقت درکار تھا ہمیشہ کی طرح۔

www.novelsclubb.com

"تو ارحم بیٹا آپ کا لاہور کیسے آنا ہوا؟'جب سب کھانے پینے میں مصروف ہو گئے تو تب سلیم ملک نے ارحم سے لاہور آنے کا پوچھا۔

"بس انکل بہت وقت ہو گیا تھا دادو سے ملے ہوئے تو سوچا تھا اس ہفتے چکر لگا لوں۔"اس کی آواز پر حماد اور شاہ میر نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر ارحم کو۔ ایک راز تھا جو ان تینوں کے درمیان دفن تھا۔

اور بیٹا آپ؟"اب کی بار سلیم ملک کا رخ شاہ میر کی طرف تھا۔ وہ اس سے پہلی بار مل رہے تھے۔

"یہ شاہ میر فرقان ہے۔ سائم فرقان علی کا بیٹا۔"شاہ میر کے کچھ بولنے سے پہلے ہی اسد مرزا نے اس کا تعارف کروایا تھا۔

www.novelsclubb.com

"اچھا اچھا۔"وہ اب شاہ میر سے مزید اُس کے بارے میں پوچھنے لگے۔ کھانے کے ساتھ ساتھ باتوں کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا تھا۔

۔

باہر چاند کی روشنی سے پورا آسمان اب روشن ہو گیا تھا۔ تاروں کی ٹمٹماہٹ آنکھوں کو سکون بخشتی تھی۔ ایسے میں دوبارہ اندر آؤ تو اب منظر کچھ ایسا تھا کہ اسد مرزا اور سلیم ملک دوسرے پورشن میں بنے اسد مرزا کے آفس میں تھے۔ باقی دونوں خواتین صفیہ مرزا کے کمرے میں ایک دوسرے سے باتوں میں محو ہو چکی تھیں۔ اور آخر میں بچوں کی طرف آؤ تو وہ سب لاؤنج میں بیٹھے تھے۔

"ہم سب ایسے دوبارہ ملیں گے میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔" حماد ان سب کو دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ شاہ میر اور وہ ساتھ بیٹھے تھے۔ آئرہ اور ہادی اپنی جگہ پر اور ہادی کے ساتھ والے صوفے پہ ارحم تھا۔

"سوچا تو میں نے بھی نہیں تھا۔" آئرہ ہلکا سا بڑبڑائی۔ اسے نئے لوگوں کے بیچ کافی مشکل ہوتی تھی؟ اسے شدت سے ہانی اور مصعب یاد آئے تھے۔

www.novelsclubb.com

"تو ہم انٹروڈکشنز کریں یا اس کی ضرورت نہیں ہے؟"شاہ میر نے جواب طلب نظروں سے دیکھا۔

"آپ کو کون نہیں جانتا شاہ میر بھائی؟"ہادی کی بات پر آئرہ نے اپنا سر پیٹنا چاہا۔ ایک تو اس کافین بوائے مومنٹ ختم نہیں ہوتا۔

"ہاں مجھے تو آپ جانتے ہو پر میں باقی سب کی بات کر رہا تھا۔"

"نہیں مجھے لگتا ہے ہم ایک دوسرے کو انٹروڈکشنز کے حساب سے تو جانتے ہی ہیں۔"آئرہ نے جواب دیا۔

www.novelsclubb.com

"بالکل لیکن اب اس آکورڈنس کو بھی تو ختم کرنا ہے۔"حماد سے خاموشی زیادہ برداشت نہیں ہوتی تھی۔

"کیوں نہ باری باری سب اپنے بارے میں کچھ بتائیں۔ اس طرح ایک دوسرے کو اچھے سے جان بھی لیں گے اور باتیں بھی ہو جائیں گی۔ "شاہ میر نے اپنے خیال کا اظہار کیا۔ اس کی بات پہ ارحم کو شرارت سوجھی تو اس نے سیدھا آئرہ سے سوال کیا۔

"چلیں پھر پہلے آپ بتائیں آپ کے کیا کیا شوق ہیں؟"ارحم کی آواز میں تجسس تھا۔ آئرہ اپنا نام سننے پہ اچھنبے سے اسے دیکھنے لگی۔ کیا وہ اس کی بات کر رہا تھا؟

"فارغ وقت میں دوسروں کا خون پینا اور دماغ کھانا اس کا پسندیدہ کام ہے۔"

www.novelsclubb.com

جواب ہادی کی طرف سے آیا تھا۔ آئرہ نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔ یہ موٹا اف!

"بڑی آدم خور ٹائپ بہن ہے آپ کی تو پھر۔"ارحم نے اپنی مسکراہٹ دبانے کی ناکام کوشش کی۔

"صرف آدم خور؟ پوری بلی ہے یہ۔ پنجے بھی مارتی ہے۔"ہادی چہرے پہ سادہ سے تاثر لئے بتا رہا تھا۔ آئرہ نے بے بسی سے اپنے بھائی کو دیکھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا ہادی کا قتل کر ڈالے۔

"بڑے خطرناک شوق ہیں پھر تو آپ کے۔"ارحم کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"مجھے زہر دینے کا بھی بہت شوق ہے۔ پینا پسند کریں گے آپ لوگ۔"اس نے اب لال ہوتے چہرے سے کہا تھا۔ ارحم کی مسکراہٹ میں ذرا برابر خلل نہیں پڑا تھا۔ وہ الٹا اسے دیکھ کر محظوظ ہو رہا تھا۔ اسے نجانے کیوں اس لڑکی کو تنگ کرنا بہت پسند تھا۔

"کیوں تم بھری جوانی میں مرنا چاہتے ہو ارحم۔"حماد نے اپنے بھائی کو 'انسان بن جاؤ' والی نظروں سے دیکھا تھا۔ وہ جانتا تھا ارحم مذاق کر رہا ہے لیکن اس طرح سے؟ حماد نے ارحم کو ایسے پہلی بار دیکھا تھا۔

www.novelsclubb.com

"چھوڑ اسے مرنے دے حماد۔ اس دھرتی پہ سے بوجھ کم ہو جائے گا۔"شاہ میر کے محب وطن کا جذبہ جاگا تھا۔ آئرہ کی سبز آنکھیں مسکرائی۔ اس کا بدلہ پورا ہو گیا تھا۔

"کچھ بوجھ اتنی جلدی اس دنیا کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔" پھر بھی آئرہ کی زبان کو آرام نہیں تھا۔ اپنا بدلہ وہ سود سمیت واپس لیتی تھی۔ اس کی بات پہ وہ سب ہنسے تھے سوائے ارحم کے۔ اس کی مسکراہٹ اب غائب ہو گئی تھی۔

"ارے آئرہ، ہمیں نہیں پتہ تھا آپ اتنا اچھا روسٹ کرتی ہیں۔"شاہ میر نے اسے سراہا تھا۔ ارحم نے ایک اچٹتی نگاہ اس پہ ڈالی تھی۔ پھر سر جھٹکا جیسے اس کو مارنے کا ارادہ ملتوی کر دیا ہو۔

"آپ لوگ سب ارحم بھائی کے پیچھے کیوں پڑ گئے؟"ہادی کو برا لگا تھا۔ شاہ میر کے بعد ارحم اس کا فیورٹ تھا۔ آئرہ نے حیرت سے اپنے بھائی کو دیکھا جسے اپنی بہن سے زیادہ اس انجان لڑکے کے لئے افسوس ہو رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

ارحم نے فوراًہادی سے ہاتھ ملایا۔"بس ہادی ہی میرا اپنا ہے۔تم دونوں نے تو پارٹی بدل لی۔"ساتھ ہی ان دونوں کو تاسف سے دیکھا۔

"ہمارے Standards بڑھ گئے ہیں۔کیوں حماد؟"شاہ میر نے اس سے اپنا شانہ ٹکرایا۔

"اسے بڑھنا نہیں گرِنا کہتے ہیں شامی۔"ارحم کو ان کے انتخاب پہ جیسے افسوس ہوا تھا۔آئزہ کے تیور چڑھے لیکن وہ خاموش رہی۔اب ہر فضول بات کا جواب دینا اس پہ فرض تو نہیں تھا۔

www.novelsclubb.com

"اچھا یہ سب چھوڑو۔آئزہ اور ہادی تم لوگ لاہور گھومے ہو؟"حماد نے موضوع بدلنا چاہا۔

"نہیں۔"دونوں نے ایک ساتھ کہا تھا۔

"تو پھر کل چلتے ہیں نہ کہیں گھومنے۔ گھر بیٹھے بیٹھے تو ہم فرنیچر ہی بن جائیں گے۔"حماد کی سیاہ آنکھیں چمک رہی تھیں۔ گھومنے پھرنے کا اس سے زیادہ شاید ہی کسی کو شوق تھا۔

"فرنیچر تو ارحم ہے۔ایک جگہ ایسے بیٹھا رہتا ہے جیسے کوئی ڈیکوریشن پیس ہو۔"شاہ میر کی زبان کو ایک بار پھر کھجلی ہوئی تھی۔

"تم لوگوں کا کون سا بل آرہا ہے میرے بیٹھنے پہ۔"پر وہاں بے نیازی ہی بے نیازی تھی۔ صوفے سے ٹیک لگائے اب اس کے ایک ہاتھ میں موبائل تھا جس پہ وہ بے مقصد انگلیاں چلا رہا تھا۔اگر نظریں وہاں مصروف نہ رکھتا تو وہ گھوم پھر کر ایک ہی وجود کو ڈھونڈ لیتی تھیں۔

www.novelsclubb.com

"اچھا یار ادھر فوکس کرو اب۔ گھومنے کا پلین اچھا ہے تو بتاؤ کہاں چلیں؟"حماد تھوڑا سا آگے کو ہوا۔ بیٹھے بیٹھے وہ یکدم پر جوش سا نظر آنے لگا تھا۔ اس کی نظریں کبھی ہادی تو کبھی آئزہ کو دیکھتی تھیں۔

"اندرونِ لاہو۔" آئزہ نے بنا سوچے سمجھے کہا تھا۔ اسے وہاں جانے کا بہت شوق تھا۔ وہاں کا کھانا، جگہ، تاریخ۔ اسے سب پسند تھا۔

"یس! میں تیار ہوں۔ بس مجھے موچی گیٹ لے جانا۔ میرا Shoe Aestheticوہاں میچ کرے گا۔"شاہ میر کا اشارہ اپنے جوتوں کی طرف تھا۔

www.novelsclubb.com

"تو Aesthetic نہیں Antique ہے شامی۔"حماد نے تنقیدی نظروں سے اس کا جائزہ لیا۔ پھر ہوا میں ہاتھ جھلایا۔ یہ خاموش رہنے کا اشارہ تھا۔

"کہہ کون رہا ہے جو خود بیس روپے کی چاٹ پہ بھی بارگیننگ شروع کر دیتا ہے۔"شاہ میر برا ہی تو مان گیا تھا۔

"میں ایک اچھا ٹریولر ہوں۔ لوکل اکنامی کا خیال رکھتا ہوں ڈسکاؤنٹ لے کر۔"

"لوکل اکنانومی والے بھی تجھے دیکھ کر کہتے ہوں گے کہ اسے ہی نہ ریفنڈ کر دیں۔" ارحم نے موبائل سے نظریں ہٹائے بغیر کہا تھا۔ شاہ میر کا قہقہہ گونجا۔ ہادی اور آئزہ خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ دونوں کے ذہنوں میں بس ایک ہی سوال تھا۔ "کیا یہ ہمیشہ ایسے ہی ایک دوسرے سے بات کرتے تھے؟"

"اچھا ویسے نکلیں گے کس وقت؟" ہادی سے اب مزید خاموش نہیں رہا گیا۔ اس کے سوال پہ حماد نے موبائل پہ وقت دیکھا۔

"کل دس بجے تک؟ دادو اور انکل لوگوں نے بھی تو ساتھ ہی جانا ہے۔"

www.novelsclubb.com

فیصلہ ہو گیا تھا۔ پلین فائنل ہوا۔ وہ سب اب اطمینان سے اٹھ گئے تھے۔ انہیں کل کے لئے جلدی جاگنا تھا اور پھر باقی گھر والوں کو بھی تو تیار کرنا تھا صبح کے لئے۔ اپنے اپنے بڑوں کے پاس جاتے ہوئے ان سب نے ڈھیر ساری ایموشنل بلیک میلنگ کا سوچ رکھا تھا۔ خیر ماننا تو سب نے ہی تھا۔

☆☆☆

لاہور پہ صبح ایک مرتبہ پھر اتری تھی اور یہ صبح کچھ لوگوں کے لئے کافی خوش آئند ثابت ہونے والی تھی۔ گھر کے برآمدہ پہ وہ سب کھڑے تھے۔ ہاتھوں میں بیگز پکڑے۔ آج کی سیر کا تمام انتظام ان سب نے کر رکھا تھا۔

"موسم کتنا اچھا ہو رہا ہے۔" صفیہ مرزا جو ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی باہر نکلی تھیں، اس نیلے آسمان کو دیکھ رہی تھیں جو آج سفید بادلوں سے ڈھکا تھا۔ ہوائیں آج تیز تھیں۔ چلتے بادل بہت خوبصورت لگ رہے تھے۔

www.novelsclubb.com

"میں اور شاہ میر اسد انکل اور سلیم انکل کو آفس چھوڑ کر آپ سب لوگوں کو جوائن کریں گے۔ "ارحم ہاتھ میں گاڑی کی چابی لئے، آنکھوں پہ سیاہ چشمہ لگائے، شاہ میر کے ساتھ کھڑا تھا۔ سفید رنگ کی ٹی شرٹ کے اوپر نیوی بلیک کلر کی شارٹ سلیو اوپن شرٹ اور ساتھ اسی رنگ کی سلم فٹ پینٹ پہنے وہ ہمیشہ کی طرح وجیہہ لگ رہا تھا۔

اسد مرزا اور سلیم ملک نے پہلے کام کے سلسلے میں ایم آئی ٹی جانا تھا اور وہاں سے پھر ان دونوں نے باقیوں کو جوائن کرنا تھا۔

www.novelsclubb.com

"میں آپ لوگوں کے ساتھ چلوں؟"ہادی نے ہلکے بھورے رنگ کی شرٹ اور پینٹ پہن رکھی تھی۔ اس نے ایک نظر اپنی ماں کو دیکھا اور ایک نظر انہیں۔ آنکھوں میں التجا تھی کہ کسی طرح مجھے بھی ساتھ لے جاؤ۔

"ہاں ضرور چھوٹے دوست۔ ویسے بھی واپسی میں ہمارے پاس بہت جگہ ہو گی۔"
شاہ میر نے ہاتھ کی مٹھی بنا کر ہادی کے ساتھ ٹکرائی۔ وہ خود آج ہلکے جامنی رنگ کی بٹن شرٹ میں تھا۔ ساتھ سفید جینز پہن رکھی تھیں۔ اس کے گھنگھریالے بال ماتھے پہ گر رہے تھے۔ سنہری آنکھیں ہلکی دھوپ میں چمک رہی تھیں۔

"چلو بچو!" اسد مرزا نے مین گیٹ کے پاس سے ہانک لگائی تھی۔ وہ لوگ جانے کے لئے تیار تھے۔ سب گاڑیوں کی طرف بڑھ گئے۔

ایک گاڑی میں ارحم تھا۔ اس کے ساتھ اسد مرزا، پیچھے شاہ میر، سلیم ملک اور ہادی بیٹھے تھے۔ جبکہ دوسری گاڑی کو حماد ڈرائیو کر رہا تھا۔ ساتھ صفیہ مرزا اور پیچھے حلیمہ اور آئرہ بیٹھی تھیں۔

دونوں گاڑیاں لاہور کی سڑکوں پہ گامزن ہو چکی تھیں۔ آج کا یہ سفر کچھ نئی دوستیوں کا آغاز کرنے والا تھا۔

www.novelsclubb.com

اب ہم اگر ان سب کو ساتھ لے کر اندرون لاہور کی ان تنگ، پیچ دار گلیوں کی طرف جائیں تو وہاں وقت جیسے رک سا گیا تھا۔ ہر دیوار پہ صدیوں کی تھکن تھی اور ہر کونے میں نسلوں کی کہانیاں۔ یہاں زندگی آج کا نہیں بلکہ گزرے ہوئے کل کا خوبصورت منظر پیش کرتی تھی۔

کسی گلی کے موڑ پر گرما گرم نان کی خوشبو آتی محسوس ہو گی تو کہیں ریڑھی پہ چیزیں بیچتے آدمی کی سدا سنائی دے گی۔ وہ لوگ اپنی گاڑی یہاں سے دور پارک کر کے آئے تھے۔ ان گلیوں میں گاڑی نہیں آسکتی تھی۔ یہاں کا سفر پیدل چل کر کیا جاتا تھا۔

www.novelsclubb.com

"مجھے ایسا لگ رہا میں پرانے وقتوں میں آگئی ہوں۔" آئرہ اپنی ماں کے ہمراہ چل رہی تھیں۔ اس کی بڑی بڑی سبز آنکھیں ہر چیز کی تصویر کو اپنی آنکھوں میں ہی جیسے قید کر لینا چاہتی تھیں۔ مٹیالے نیلے رنگ کی ڈھیلی سیدھے کٹ والی کرتی

زیب تن کئے جس کی آستینوں پہ چکن کاری کا کام تھا۔ ساتھ ہی سفید ٹراؤزر پہنے گردن کے سامنے ململ کا ڈوپٹہ پھیلائے اس کے بال ڈھیلے جوڑے میں بندھے تھے۔

"یہی تو یہاں کی خوبصورتی ہے۔" حماد جس نے زیتون رنگ کی کارگو پینٹ پہ سیاہ ٹی شرٹ پہن رکھی تھی۔ ان سے تھوڑے فاصلے پہ چل رہا تھا۔ سیاہ بال کو ایک ہاتھ سے پیچھے کرتا جو بار بار اس کی آنکھوں پہ پڑتے تھے۔ دفعتاً اس کا موبائل بجا۔

"کہاں ہو تم لوگ؟" ارحم اس سے ان لوگوں کی لوکیشن پوچھ رہا تھا۔ وہ شاید ان دونوں کو آفس چھوڑ آیا تھا۔

"فورٹ روڈ کے پاس جا رہے ہیں۔ تم لوگ بھی وہیں آجاؤ۔"

کچھ ہی دیر میں وہ سب ایک جگہ اکٹھے ہو گئے تھے۔ ہوا میں بن کبابوں اور چائے کی خوشبو پھیلی تھی۔ آس پاس نظر دوڑاؤ تو لوگوں کا ہجوم اور دکانوں کی قطاریں بنی

نظر آئیں گی۔ کھانے پینے کے ساتھ ساتھ وہاں کپڑوں کی،روایتی جوتوں کی،اور سجاوٹی اشیاء کی بھی دکانیں موجود تھیں۔اس سب میں اگر تم لان اور کھدر کے کپڑوں والی اس پرانی دکان کی طرف دیکھو تو تمہیں وہ سب وہاں کھڑے نظر آئیں گے۔

"یہ دیکھیں خالہ اس جوڑے پہ کتنی نفاست سے کام ہوا ہے۔"صفیہ اور حلیمہ ایک ایک جوڑے کو ہاتھ میں اٹھا کر ان پہ تبصرے کر رہی تھیں۔ان کے ساتھ کھڑی آئزہ کی نظریں کپڑوں پہ نہیں بلکہ ساتھ والی دکان پہ موجود آرائشی چیزوں پہ تھی۔ اسے وہ چیزیں سب سے زیادہ اٹریکٹ کرتی ہیں۔

"ماما میں آگے جا رہا ہوں۔میں یہاں کھڑے ہو کر کپڑے نہیں دیکھ سکتا۔" ہادی نے ہاتھ میں حلیمہ کا موبائل پکڑ رکھا تھا جس میں سامنے بنے گھروں کی دیواروں پہ لٹکے کپڑے اور نیچے گزرتے لوگ،سب قید ہو رہے تھے۔

www.novelsclubb.com

"زیادہ دور مت جانا ہادی۔" حلیمہ نے ذرا کی ذرا نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا اور ان کی نظر میں تنبیہ تھی جو ہادی کے لئے ضروری تھی۔

"ماما میں بھی ساتھ جا رہی ہوں۔" آئزہ نے بھی اعلان کیا۔ وہاں کھڑے ہو کر بور ہونے کی سکت اس میں بھی نہیں تھی۔ حماد، شاہ میر اور ارحم نے بھی ان کے ساتھ ہی چلنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

"دھیان سے جانا بچو۔" صفیہ کی تاکید پہ سب نے محض سر ہلا دیا۔ بچوں کی وہ چھوٹی سی ٹولی اب وہاں سے آگے کو روانہ ہو گئی تھی۔

www.novelsclubb.com

مختلف دکانوں سے گزرتے ہوئے وہ سب یکدم ایک حلوائی کی دکان کے پاس رکے تھے۔ ویسے سب نہیں بس ایک شخص تھا جو کھانے کو دیکھ کر سب کچھ بھول بھال جاتا تھا۔

"یہ دیکھو بلی کتنی ٹیسٹی لگ رہی ہیں یہ جلیبیاں۔"ہادی کی نظر یک ٹک ان گرما گرم جلیبیوں پہ تھیں جنہیں سامنے کھڑا آدمی تیل میں تل رہا تھا۔

"یہاں کی جلیبیاں واقعی بہت مزے کی ہوتی ہیں۔"حماد نے ہادی کو ایسے دیکھ کر اس کا دل مزید للچایا۔ہادی نے معصومیت سے گھوم کر آئرہ کو دیکھا۔اس سے پہلے آئرہ اسے روکتی،شاہ میر نے آگے بڑھ کر جلیبیاں خرید لیں۔

"یہ لو چھوٹے دوست لاہور کی گرما گرم اور میٹھی جلیبیاں۔"ہادی کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ بھرے ہوئے گال مسکرانے لگے۔اس نے کن اکھیوں سے آئرہ کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔اس کے انداز سے واضح تھا کہ گھر جا کر اس کی پھٹکار پکی تھی لیکن خیر بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔ابھی تو ان میٹھی جلیبیوں کے سوا اسے کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"شامی بھائی آپ بھی ٹیسٹ کرونا۔"ہادی نے ہاتھ اس کے سامنے بڑھایا تو شاہ میر نے سر نفی میں ہلایا۔"سوری دوست لیکن میں اتنا میٹھا نہیں کھاتا۔"

"کیوں؟"ہادی نے سوالیہ نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا۔کوئی بھلا اتنی لذیز چیز کو انکار کیسے کر سکتا ہے؟

"یہ ایسے ہی تو نہیں فٹنس کی دکان بنا پھرتا ہے۔"حماد نے ہادی کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔پھر ایک جلیبی اس کے ہاتھ سے لے کر منہ میں ڈالی۔اور مزے لے لے کر کھائی۔"اسے کیا پتا میٹھا انسان کو خوشی دیتا ہے۔"

www.novelsclubb.com

"خوشی کے ساتھ جتنی کیلریز اندر جاتی ہیں نہ بیٹا ان کی گنتی بھی نہیں کی جا سکتی۔"شاہ میر کے اندر کا فٹنس فریک جاگا تھا۔

"کیلریز کا کیا ہے۔آنے جانے والی چیز ہے۔"حماد نے بات کو ہوا میں اڑایا۔شاہ میر نے دکھ سے سر دائیں بائیں کیا۔

" کیلریز بے شک آنے جانے والی چیز ہے لیکن ڈائیبٹیز نہیں۔ یہ ایک بار آ گئی تو واپس نہیں جائے گی۔"

"تو، کیا چاہتا ہے تو کہ ہم بھی تیری طرح اب بس زندگی بھر دکھ کا سلاد کھاتے رہیں۔" دونوں کے بیچ بحث ہی تو شروع ہو گئی تھی۔ ہادی اور آئرہ کی گردنیں ٹینس بال کی طرح کبھی ایک تو کبھی دوسرے کو دیکھتی تھیں۔ ارحم ہاتھ باندھے دیوار سے ٹیک لگائے انہیں دیکھ رہا تھا۔ انداز میں بے نیازی تھی جیسے وہ اس سب کا ہمیشہ سے عادی ہو۔

www.novelsclubb.com

"ابھی دکھ کا سلاد کھاؤ گے تو آگے خود کو بیماریوں جیسے ٹارچر سے بچا سکو گے۔" شاہ میر کی بات پہ ہادی نے بے اختیار ہاتھ میں پکڑی جلیبیوں کو دیکھا۔ نجانے کیوں اسے اب وہاں میٹھاس کی جگہ کیلریز نظر آ رہی تھیں۔

"اس کی باتوں کو اگنور کرو ہادی۔ یہ ایسے ہی بولتا رہتا ہے۔" حماد نے ہادی کا آئرہ کو وہ جلیبیاں دینا دیکھا تھا اس لئے اسے سمجھانے لگا۔ لیکن اب ہادی کا دل ان سے اچاٹ ہو گیا تھا۔ اس نے ایک نظر اپنے وجود پہ ڈالی اور پھر سامنے کھڑے گھنگھرالے بالوں والے لڑکے کو دیکھا۔ کتنا فرق تھا ان دونوں میں۔ وہاں کھڑے اس نے یہ فرق پہلی بار بہت شدت سے محسوس کیا تھا۔

"اچھا چلو سب، اب ہم یہاں سارا دن تو نہیں گزار سکتے۔" ارحم بالآخر بولا تھا۔ دیوار سے ٹیک ہٹا کر اب وہ ان لوگوں کے قریب آ کھڑا ہوا تھا۔ بھورے بال دھوپ کی ہلکی کرنوں میں چمک رہے تھے۔

"ہاں ابھی تو بہت سی جگہیں دیکھنی ہیں۔" آئرہ نے اپنے بھائی کا ہاتھ تھاما جس کے چہرے پہ ایک بار پھر بچوں کے سے جوش نے جگہ لے لی تھی۔ وہ سب اپنا سفر پھر شروع کر چکے تھے۔

www.novelsclubb.com

☆☆☆

یہاں سے دور اگر تم ایم آئی ٹی کی بلڈ نگ کا رخ کرو تو وہاں تمہیں اسد مرزا اور سلیم ملک ان کے آفس میں نظر آئیں گے۔ مختلف قسم کے پیپر زسے ڈھکا میز جس کے آمنے سامنے وہ دونوں بیٹھے تھے۔

"میں نے تمام پیپر ورک فائنل کروالیا ہے سلیم،اب بس باقی سب تمہارے حوالے۔"اسد مرزا نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے جیسے اپنے سر سے ایک بہت بڑا بوجھ اتارا تھا۔ سلیم ملک باری باری سامنے موجود فائل کے صفحے پلٹ رہے تھے۔یہ سعودی والی برانچ کے اونر شپ کے پیپر زتھے جن پہ اب سلیم ملک کے دستخط تھے۔انہوں نے فائل بند کر کے اسد مرزا کو پکڑائی۔ پھر بھانپ اڑاتی چائے کے کپ سے ایک گھونٹ بھرا۔

www.novelsclubb.com

"تمہیں پورا یقین ہے اسد کہ یہ ایک اچھا آئیڈیا ہے؟" سلیم ملک نے ایک آخری بار سوال کیا۔ وہ اب بھی پوری طرح مطمئن نہیں ہو پا رہے تھے۔ پتہ نہیں انہیں کیا کھٹک رہا تھا۔

"تجھے مجھ پہ بھروسہ ہے نا؟" ان کے استفسار پہ سلیم ملک نے محض سر ہلایا۔ "پھر فکر نہ کر، میں نے یہ فیصلہ بہت سوچ سمجھ کر لیا ہے۔" وہ بول رہے تھے لیکن ان کا ذہن؟ وہ کہیں دور ماضی کی ایک یاد میں پھنس کر رہ گیا تھا۔

"اسد تمہیں مجھ پہ بھروسہ ہے ناں؟" ہشام مرزا نے اپنے بھائی کے کندھے پہ ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ بھوری آنکھیں امید دلاتی تھیں لیکن اسد مرزا ان آنکھوں میں نہیں دیکھ رہے تھے۔ ان کی گردن جھکی ہوئی تھی۔

"بھائی یہ سب۔۔۔ مجھے یہ سب ٹھیک نہیں لگ رہا۔" ان کی آواز رندھی ہوئی تھی۔ "بابا سب سے زیادہ آپ کو مانتے ہیں۔ اس سب پہ آپ کا پہلا حق ہے۔ میں

یہ نہیں لے سکتا۔"اپنے کندھے سے ہشام مرزا کا ہاتھ ہٹاتے ہوئے وہ دو قدم پیچھے ہٹے۔ ہشام مرزا کے چہرے پہ دکھ کے آثار نمایاں ہوئے۔

"تم غلط سوچ رہے ہو اسد۔ میرے بعد بابا کا اکلوتا سہارا تم ہو۔ میں اس سب کے لئے نہیں بنا لیکن تم بنے ہو۔ بس ایک تم ہی تو بنے ہو۔"ہشام مرزا نے ایک قدم اسد مرزا کی طرف بڑھایا۔ان کی آنکھوں میں کیا نہیں تھا۔امید، آس، بھروسہ، یقین۔ اسد مرزا بس اپنے بھائی کو دیکھ کر رہ گئے۔ان کے دماغ میں عجیب سی ہلچل مچی تھی۔ماضی کا ایک فیصلہ تین زندگیاں بدلنے کی طاقت رکھتا تھا۔

www.novelsclubb.com

"یہ بس کچھ سالوں کی بات ہے نا؟ پھر تو حماد اور ارحم کے انڈر ہو گا سب، نہیں؟" سلیم ملک کی آواز انہیں حال میں واپس لائی تھی۔

"ہاں سلیم، میرے بعد سب ان کا ہی تو ہے۔"وہ کہہ کر ساتھ ساتھ اب تمام پیپرز ایک طرف کر رہے تھے۔ پھر سمین کو کال کر کے اندر بلایا۔

"یس سر؟"ڈھیلا جوڑا بنائے،سیاہ رنگ کے ٹراؤزر شرٹ میں ملبوث سمین اندر آئی تھی۔

"یہ سارے پیپرز سنبھال دو اور آفس کی گاڑی منگواؤ ہم نے کہیں جانا ہے۔"اسد مرزا نے حکم صادر کیا۔ پھر آگے کا کام بہت جلدی جلدی ہوا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ دونوں بلڈنگ کے داخلی دروازے پہ کھڑے تھے۔

www.novelsclubb.com

"آج تم نے اپنی دوستی کا بہت بڑا ثبوت دیا ہے سلیم۔"اسد مرزا نے سلیم ملک کا شانہ تھپتھپایا، جیسے انہیں اپنے دوست پہ بہت فخر محسوس ہو رہا ہو۔

"تیرے لئے کچھ بھی۔"سلیم ملک مسکرائے۔اُف،ان کی وہ دل فریب مسکراہٹ۔

وہ دونوں اب ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ پیچھے موجود وہ نیلی اور سیاہ دیواریں ان دو لوگوں کی اس گہری دوستی کی گواہ تھیں۔ لیکن کیا دوستیوں کو نظر نہیں لگتی؟ اگر لگ جائے تو کیا ہوتا ہے؟

☆☆☆

دہلی گیٹ تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔ یہ اندرون شہر کے راستوں میں تعمیر کیے گئے تیرہ دروازوں میں سے ایک ہے۔ اس دروازے کا نام دہلی کے نام پر رکھا گیا کیونکہ دروازہ اس شہر کی عمومی سمت میں مشرق کی طرف کھلتا تھا۔ دہلی گیٹ کی محرابیں، اس کے اینٹ پتھر، اور اس پر پڑی وقت کی گرد... سب مل کر ایک کہانی سناتے ہیں، عظمت، تہذیب اور شان کی۔ آج بھی یہ دروازہ نہ صرف سیاحوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے، بلکہ اُن بزرگوں، فنکاروں، اور دانشوروں کی یاد دلاتا ہے جو

www.novelsclubb.com

اسی در سے گزر کر شہر لاہور کو روشن کرتے رہے۔ اگر یہ در و دیوار بول سکتے، تو تمہیں وہ سب سنا دیتے جو تاریخ کی کتابیں کبھی مکمل بیان نہیں کر سکتیں۔

اس دروازے کے سامنے وہ پانچ لوگ بھی کھڑے تھے۔ اس کی شان سے مرعوب ہوتے وہ سب گردن اونچی کیے اس گیٹ کو دیکھ رہے تھے جہاں نجانے کتنی کہانیاں دفن تھیں۔

"اتنی اونچی دیواریں دیکھ کر مجھے ہول اٹھ رہے ہیں تو اس کو بنانے والوں کا کیا حال ہوا ہو گا۔" ہادی جو آئرہ کے ہمراہ کھڑا تھا، بہت غور سے دہلی گیٹ کو دیکھ رہا تھا۔ اسے وہاں کھڑے ان مزدوروں کا سوچ کر دکھ ہوا جو اب اپنی قبروں میں موجود اس بچے کی ہمدردی موصول کر رہے ہوں گے۔

"پرانے زمانے میں اونچی دیواریں حفاظتی حصار ہوتی تھیں۔ اور ساتھ ہی مغلائی دور کے حکمرانوں کی شان و شوکت اور دبدبے کا احساس لوگوں کے دلوں میں

www.novelsclubb.com

ڈالتی تھی۔ "آئرہ کی آواز پہ ہادی نے چہرہ موڑ کر اسے دیکھا۔ آئرہ کی سبز آنکھیں محو سی وہیں رک سی گئی تھیں۔ اسے تاریخ مسحور کرتی تھی۔

"یہ تو مجھے بھی نہیں پتہ تھا۔" آئرہ کی بات پر حماد نے سامنے موجود اس گیٹ کو پہلی بار اتنے غور سے دیکھا تھا۔ اس کے علم میں جیسے اضافہ ہوا۔

"حیرت ہے، یہاں رہ کر اپنے ہی شہر کے بارے میں آپ لوگوں کی معلومات اتنی زیرو ہیں۔" اسے تاریخ کے ناقدردانوں پہ واقع حیرت ہوئی تھی۔ کوئی اپنی ہسٹری کو لے کر انٹرسٹڈ کیسے نہیں ہو سکتا۔

www.novelsclubb.com

"سچ کہو، تم مغلیائی دور سے اٹھ کر سیدھا یہاں آئی ہو ناں؟" شاہ میر نے آنکھیں مشکوک انداز میں چھوٹی کر کے اسے دیکھا۔ کیا پتہ پرانے کسی راجہ کے پست قامت وزیر کی روح نے آئرہ پہ قبضہ کر لیا ہو۔ اور اب اس سب کو دیکھ کر وہ روح آئرہ پہ حاوی ہو گئی ہو۔

"اپنی سوچوں کو بریک لگاؤ شاہ میر۔ آئرہ پہ کسی بھوت کا سایہ نہیں۔" ارحم کی آواز پہ شاہ میر نے تعجب سے اسے دیکھا۔ ارحم کے لئے اس کی سوچوں کا اندازہ لگانا بالکل مشکل نہیں تھا۔ وہ اس کا چہرہ دیکھ کر ہی سمجھ جاتا تھا کہ اس کے دماغ میں کیا چل رہا ہے۔

"بھوت؟ سیریسلی؟" سبز آنکھوں کا دل کیا شاہ میر کا سر اسی دہلی گیٹ کی دیوار سے ٹکرا دے۔

"اچھا اتنی سیریس کیوں ہو رہی ہو؟ میں تو مذاق کر رہا تھا۔" وہ فوراً سے پہلے بات کو ہوا میں اڑا چکا تھا ورنہ ابھی انارکلی کی طرح اسے بھی ان دیواروں میں چنوا دیا جانا تھا۔ صد افسوس لیکن اس کے لئے تو کوئی شہزادہ سلیم بھی نہ آتا۔

اس سے پہلے کہ شاہ میر اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ارحم کا موبائل تھرتھرایا تھا۔ وہ نامحسوس انداز میں ان لوگوں سے تھوڑا دور جا کھڑا ہوا تھا۔ پیچھے اسے آئرہ اور

www.novelsclubb.com

شاہ میر کی آوازیں آ رہی تھیں لیکن اس کی نظر کالر آئی ڈی پہ تھی۔ غیر شناسا نمبر۔ ارحم کی بھنویں پر سوچ انداز میں سکڑیں۔ تیسری گھنٹی پہ اس نے کال اٹھالی۔

"ہیلو؟" کچھ دیر کی خاموشی کی بعد اس نے ہیلو کی۔ دوسری جانب سے پچھلی بار کی طرح کوئی جواب نہیں۔

"کون بات کر رہا ہے یہ؟" محتاط لہجہ۔ ارحم جواب کا منتظر تھا۔

"اگر یہ کوئی پرینک کال ہے تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔" اب اس کا صبر جواب دے رہا تھا۔ آگے سے پھر خاموشی سننے پہ ارحم نے غصے سے کال کاٹ دی اور نمبر بلاک لسٹ میں ڈال دیا۔ پتہ نہیں کون پاگل اس کا دماغ خراب کرنے پہ تلا ہوا تھا۔

وہ واپس ان لوگوں کی طرف آیا تو وہاں چھڑی جنگ اب ختم ہو چکی تھی۔ دونوں پارٹیز کے بیچ صلح ہو چکی تھی اور وہ لوگ اب اپنے بڑوں کا انتظار کر رہے تھے۔

www.novelsclubb.com

"دادو کی کال آئی ہے۔ وہ لوگ آرہے ہیں بابا لوگوں کے ساتھ۔" حماد نے اسے آگاہ کیا۔ پھر ارحم کے تاثرات دیکھے۔ وہ کچھ جھنجھلایا ہوا سا لگ رہا تھا۔

"کیا ہوا؟ کس کی کال تھی؟" وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔

"بلینک کال تھی۔" ارحم نے بے زاری سے جواب دیا۔ یہ آج اسے دوسری بار بلینک کال موصول ہوئی تھی۔ ایک ہی نمبر سے۔ اسے تشویش ہوئی لیکن اس نے کسی کو نہیں بتایا۔ ابھی نہیں۔

ابھی ان سب کو وہاں کھڑے تھوڑی ہی دیر گزری تھی جب باقی سب بھی وہاں آپہنچے تھے۔ حلیمہ اور صفیہ کے ہاتھ میں ایک دو شاپنگ بیگز تھے۔ سلیم ملک اور اسد مرزا ان کے پیچھے تھے۔ یہاں سے ان لوگوں نے آگے کا سفر طے کرنا تھا۔

دہلی گیٹ سے چہل قدمی کرتے ہوئے آگے جاؤ تو تمہارا استقبال شاہی گزرگاہ کرے گی۔ یہ راستہ بادشاہوں کے زمانے میں بادشاہوں کے لئے تھا۔ جہاں سے

www.novelsclubb.com

کئی بادشاہ اپنے دور میں شان اور مرتبے کے ان اعلیٰ درجوں کے سبب ہی گزرے ہوں گے، جس کا آپ اور ہم جیسے لوگ صرف تصور ہی کر سکتے ہیں۔

آج بھی دیکھا جائے تو یہ ٹریل شیش محل اور لاہور فورٹ تک جاتا ہے۔ اس راستے میں کئی تاریخی مقامات آتے ہیں۔ جن میں سے سرِ فہرست وزیر خان مسجد ہے۔ یہ مسجد دہلی گیٹ سے تھوڑے ہی فاصلے پہ بنی ہے جس کی مشہوری کی وجہ اس کی اپنی نقاشی اور فریسکو مصوری (رنگین نقش نگاری) ہے۔ یہ مسجد دیکھنے والوں کو چند لمحے اپنے حصار میں ایسے جکڑ لیتی ہے کہ انسان اس کی خوبصورتی کی قید سے خود کو نہیں نکال پاتا۔

www.novelsclubb.com

"مجھے یقین نہیں آرہا یہ پن ٹرسٹ کے زمانے سے پہلے کا بنایا گیا آرٹ ہے۔" آئرہ اپنے سامنے موجود اس خوبصورتی کی شان میں کچھ کہے بغیر نہیں رہ سکی۔ نجانے لوگوں کو رنگوں سے کھیلنے کا یہ ہنر کیسے آتا ہے۔

"یہی تو اصل آرٹ ہے مِس۔" ارحم اس کے ساتھ آ کھڑا ہوا تھا۔ بادامی آنکھوں میں آرٹ کے قدردانوں والی ستائش تھی۔ وہ یہاں کئی بار آیا تھا لیکن ان دلکش نقش و نگار کو دیکھ کر وہ ہر بار مفتون ہوئے بغیر نہیں رہ پاتا۔

"وقت کی گرد بھی ان شاہکاروں کی خوبصورتی کو کم نہ کر سکی۔" سبز آنکھیں اب اطراف میں دوڑ رہی تھیں۔ مسجد کا صحن کشادہ تھا اور درمیان میں وضو کے لئے حوض موجود تھا۔ مسجد کی محراب نہایت نفیس انداز میں مزین تھی۔

"آرٹ پہ کبھی وقت کی گرد کا اثر نہیں ہوا کرتا۔ یہ امر ہوتا ہے۔" وہ کہہ کر آگے بڑھ گیا تھا۔

www.novelsclubb.com

ان سے چند قدم دور ہی باقی سب کھڑے تھے۔ ہادی کا موبائل ہر اینگل سے اس منظر کو قید کرنے کی جتن میں لگا تھا۔ کبھی سیلفی لیتا تو کبھی باقیوں کی تصویریں

اتارنے لگتا۔ پھر اس نے ویڈیو کا بٹن دبا کر ویڈیو بنانا شروع کر دی۔ موبائل کا بیک کیمرہ اپنی طرف کئے وہ ساتھ ساتھ کچھ کہہ بھی رہا تھا۔

"او کے گائز تو تم لوگ یقین نہیں کرو گے کہ میں کہاں ہوں۔" بھرے ہوئے گالوں والا بچہ مسجد کے بالکل عین وسط میں کھڑا کہہ رہا تھا۔ "میں اس وقت ایک ایسی مسجد کے سامنے کھڑا ہوں جس کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ یہاں کی دیواریں بھی بولتی ہیں۔ اور کیسے نہ بولیں؟ اگر آپ یہاں کی دیواروں پہ ہوئی نقاشی دیکھیں گے تو آپ کو بھی یہی لگے گا کہ وہ آپ سے بات کر رہی ہیں۔" وہ کہہ کر اب آئرہ کی طرف بڑھ رہا تھا جو ان لوگوں سے تھوڑے فاصلے پہ تھی۔

"بات سے یاد آیا، کیوں نہ ہم یہاں موجود لوگوں سے بھی بات کر کے ان کی رائے لیں۔" وہ بالکل آئرہ کے ساتھ آ کھڑا ہوا تھا۔ "تو بلی، یہاں آ کر آپ کو کیسا لگ رہا ہے؟" کیمرے کا رخ اب آئرہ کی طرف تھا۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو ہادی؟" آئرہ کا اشارہ کیمرے کی طرف تھا۔ سبز آنکھوں پہ دھوپ کی ہلکی کرنیں پڑ رہی تھیں جن کی وجہ سے وہ چمک رہی تھیں۔

"اپنے اس ٹرپ کو ڈوکیومنٹ کر رہا ہوں تاکہ بعد میں جب یہ سب مس کروں تو اسے دیکھ سکوں۔" کیمرے کا رخ ہر طرف گھماتے ہوئے ایک بار پھر آئرہ کے سامنے لا کر ٹھہرا دیا۔ "تو پھر بتاؤ کیسا لگ رہا ہے؟"

"ایسا لگ رہا ہے جیسے میں پرانے وقتوں میں آ گئی ہوں۔ اس وقت میں جب زندگیوں میں رنگ بھرے ہوتے تھے۔ ٹیکنالوجی کی قید سے دور، قدیم زمانے کے آزاد آسمان تلے۔"

"اس ٹرپ کا اب تک کا سب سے فیورٹ سپاٹ کون سا تھا تمہارا؟" وہ کسی انٹرویور کی طرح سوال کر رہا تھا۔ ہاتھوں کی مٹھی سے مائیک بنائے کبھی اپنی طرف کرتا تو کبھی آئرہ کی طرف۔

www.novelsclubb.com

"ویسے تو پورا اندرون لاہور قابل تعریف ہے، لیکن یہ مسجد۔۔۔یہاں آ کر میرا اب آگے کہیں جانے کا دل نہیں کر رہا۔"

ان سے تھوڑے فاصلے پہ دیکھو تو تمہیں باقی سب مختلف کاموں میں مشغول نظر آئیں گے۔ سب بڑے وہاں موجود چاروں اطراف میں پھیلے کمروں اور دالانوں کا دورہ کر رہے تھے جبکہ وہ تینوں مسجد کے وسط میں موجود وضو کے حوض کے پاس بیٹھے تھے۔ دفعتاً ان کی نظر ہادی پہ پڑی تو وہ اٹھ کر اس طرف چلے آئے۔ اب بوریت بھی تو بھگانی تھی۔

www.novelsclubb.com

"چھوٹے دوست؟ کیا چل رہا ہے یہاں پر؟" یہ آواز شاہ میر کی تھی۔ وہ بالکل ہادی کے سامنے جا کھڑا ہوا تھا۔ نظریں موبائل پہ تھیں۔ حماد اور ارحم اس کے ساتھ آ کھڑے ہوئے تھے۔

"ڈاکیومنٹری۔۔۔ آپ آئیں گے؟"وہ پہلے پوچھ رہا تھا۔اس کے سامنے شاہ میر فرقان تھا۔۔ایک فیمس فٹنس انفلیونسر۔۔۔اب وہ ایسے ہی بغیر پوچھے تو اسے اپنی ویڈیو میں نہیں لاسکتا تھا۔

"یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے۔"اس نے کیمرے کا رخ اب اپنی طرف کیا۔ بیک کیمرے سے اب وہ تینوں نظر آتے تھے۔

"تو شامی بھائی آپ تو یہاں پہلے آچکے ہوں گے، پھر آپ بتائیں یہاں کی کون سی چیز آپ کو سب سے زیادہ پسند ہے؟"ہادی کے سوال ایک بار پھر شروع ہو گئے تھے۔

www.novelsclubb.com

"یہاں نہ پسند آنے والا کیا ہے؟"اس کے الٹا سوال کرنے پہ ہادی بد مزہ ہوا۔ پھر اگلا سوال حماد سے کیا۔

"آپ بتائیں بھائی،اب تک کے ٹرپ پہ آپ نے سب سے زیادہ انجوائے کہاں کیا؟"حماد کی سیاہ آنکھیں پر سوچ انداز میں چھوٹی ہوئی۔ پھر اس نے ایک نظر ان سب کو دیکھا۔

"اگر کمپنی اچھی مل جائے تو پھر پورا ٹرپ انجوائے کیا جاتا ہے۔"سب اس جواب سے متفق تھے۔اس لئے مسکراہٹ ہر چہرے پہ کھلی تھی۔

"ارحم بھائی آپ بتائیں، آج کا کوئی یادگار لمحہ۔" مٹھی سے بنا مائیک اب ارحم کے سامنے تھا۔اس کے عقب میں دیکھو تو آسمان سے اب دن کی روشنی اوجھل ہو رہی تھی۔ گلابی اور نارنجی رنگ کی دھار سی آسمان میں پھیلنے لگی تھی۔ ایسے میں بھورے بال ہلکی پھلکی ہوا سے اس کی پیشانی پہ پڑ رہے تھے۔

"ویسے دیکھا جائے تو آج کے دن کا ہر لمحہ یادگار رہے گا۔اندرون لاہور کی گلیوں سے یہاں تک کا سفر۔ کچھ بھی بھولنے والا نہیں ہے۔"

www.novelsclubb.com

وہ چاروں اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ پھر ایک دوسرے کو۔ بھولنے والا تو آج کا دن واقعی نہیں تھا۔ اس سفر سے ہی تو آغاز ہوا تھا، دوستی کے نئے سفر کا۔ ایک ایسا سفر جو ان لوگوں کو نجانے کیسے راستوں سے گزارنے والا تھا۔

شام ڈھلنے تک وہ سب شاہی قلعے سے لے کر حضوری باغ اور باہ دری سے بھی ہو آئے تھے۔ آخر میں ان سب نے قلعے کے پاس موجود فوڈ سٹریٹ سے اپنے بھوکے پیٹ کا انتظام کیا تھا۔

"صبح کتنے بجے نکلنے کا پلین ہے سلیم؟" اسد مرزا کے ہاتھ میں ٹھنڈی کوک کا ایک کین تھا جس سے وہ وقفے وقفے سے گھونٹ بھر رہے تھے۔ وہ لوگ ایک ڈھابے کے سامنے بیٹھے تھے۔ گرما گرم کھانے کی خوشبو ہوا میں پھیلی تھی۔ شام کا اندھیرا، ٹھنڈی ہوائیں، لاہور کے کھانے کی خوشبو اور آس پاس پھیلی روشنیاں، اس سے خوبصورت منظر اور کچھ ہو سکتا ہے بھلا؟

www.novelsclubb.com

"میرا تو دل جلدی نکلنے کو تھا لیکن آج کی تھکاوٹ کے باعث صبح دس، گیارہ تک نکلیں گے۔" ہادی کے ساتھ سلیم ملک ٹانگ پہ ٹانگ رکھے بیٹھے تھے۔ ایک نظر اپنے بچوں کو دیکھا جہاں واضح طور پہ تھکاوٹ کی شکنیں نمایاں تھیں۔

"اور تم لوگوں کا کیا سین ہے؟" اب کی بار اسد مرزا نے گردن موڑ کر ساتھ بیٹھے ارحم کو دیکھا۔

"کل شام تک شاید۔"

"اور حماد؟" ان کے سوال پہ حماد کے چہرے سے لمحے بھر کو سارے رنگ غائب ہوئے تھے۔ اسے یکدم اپنے باپ سے ہوئی وہ کال یاد آئی تھی۔

یہ ارحم کے پینک اٹیک کے کچھ گھنٹے بعد کا واقعہ ہے جب حماد نے اسد مرزا کو کال کی تھی۔

www.novelsclubb.com

"ہیلو بابا؟ آپ۔۔ آپ کہاں ہے؟"حماد ارحم کے کمرے کے باہر کھڑا تھا۔ اندر ارحم سو رہا تھا۔ وہ پینک اٹیک کے بعد نیند کی گولیاں لے کر سو گیا تھا۔

"کیوں کیا ہوا؟"اسد مرزا کو حماد کی آواز بوکھلائی ہوئی لگی تھی۔ وہ پریشان ہوئے۔

""باباوہ۔۔ وہ ارحم کو پینک اٹیک آیا ہے۔ اس کی حالت بہت خراب ہو گئی تھی۔ باباوہ رو رہا تھا۔ بہت بری طرح۔"اس کے الفاظ بے ربط تھے۔ سیاہ انکھوں میں خوف تھا۔ اپنے لئے نہیں بلکہ دروازے کے پار لیٹے اس شخص کے لئے جس میں اس کی جان بستی تھی۔

"ریلیکس حماد ریلیکس۔ آرام آرام سے بتاؤ کیا ہوا ہے؟"وہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا اب اپنے باپ کو ارحم اور ہشام مرزا کی ملاقات کے متعلق بتا رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

دوسری طرف اسد مرزا نے ضبط سے آنکھیں میچ لیں۔انہیں اپنے بھائی پہ شدید غصہ آیا تھا۔

"اچھا ایک کام کرو۔میں تو ابھی یہاں مزید نہیں رک سکتا لیکن تم فی الحال ارحم کے پاس ہی رکنا۔ابھی لاہور آنے کی ضرورت نہیں جب تک ارحم بہتر نہیں ہو جاتا۔اس کے بعد تم خود آؤ گے اور میں تمہاری اس کے پاس رکنے والی ضد ہر گز نہیں سنوں گا۔ابھی کچھ دن دے رہا ہوں۔پھر تم واپس آؤ گے اوکے؟"وہ پوچھ نہیں رہے تھے بتا رہے تھے۔اور جب اسد مرزا اپنے فیصلوں میں اٹل ہو جائیں تو ان کا فیصلہ کوئی نہیں بدل سکتا تھا۔وہ خود بھی نہیں۔

"پر بابا۔۔۔"وہ کچھ کہنا چاہ رہا تھا لیکن رک گیا۔یہ بحث فضول تھی۔اس کا باپ اس کے حق میں کبھی فیصلہ نہیں سنائے گا۔یہ تو طے تھا۔

www.novelsclubb.com

"ٹھیک ہے جیسا آپ کہیں گے ویسا ہی ہو گا۔"وہ ہار مان گیا تھا۔اسے آخر میں اپنے باپ کی ہی ماننی تھی۔

"حماد؟"اسد مرزا کی آواز اسے واپس حال میں لائی تھی۔سیاہ آنکھوں کی جوت بجھ گئی تھی۔وہ اپنے باپ کو دیکھنے لگا۔پھر گردن ڈھلکا دی۔

"نہیں بابا میر اجانے کا کوئی سین نہیں۔"آواز شکست خوردہ تھی۔انداز بوجھل۔ ارحم اور شاہ میر نے حیرت سے اسے دیکھا۔کیا وہ ان کے ساتھ واپس نہیں جائے گا؟

www.novelsclubb.com

"تم ہمارے ساتھ نہیں جا رہے؟"ارحم نے اپنے بھائی کی آنکھوں میں دیکھنا چاہا، لیکن حماد نے نظریں چرا لیں۔وہ اپنا وعدہ پورا نہیں کر پا رہا تھا۔نظریں چرانا بنتا تھا۔

"نہیں۔"ایک لفظی جواب۔اور یکدم لاہور کی ساری روشنیاں ان تین وجودوں کے دل پہ گراں گزرنے لگیں۔ تمام خوشبوئیں ہواؤں میں محو ہو گئی تھیں۔دل ہر چیز سے اچاٹ۔

"ہم سب پھر ملیں گے نا؟"ہادی نے دل کو ڈھارس دینی چاہی۔ ہوا میں گھلتا بوجھل پن وہ محسوس کر سکتا تھا۔اور یہ بوجھل پن اس کے دل پہ بھی اثرانداز ہونے لگا تھا۔

"ضرور چھوٹے دوست۔ہم تو ویسے بھی ایک ہی شہر کے مکین ہیں۔"شاہ میر نے ان دونوں سے نظریں پھیر کر سامنے بیٹھے ہادی کو دیکھا۔اس کے چہرے پہ نرم سی مسکراہٹ در آئی۔اس بچے کو اداس وہ نہیں دیکھ سکتا تھا۔شاہ میر کی بات پہ وہ کھل اٹھا۔اور پھر باری باری ہر چہرے پر سے اداسی کے بادل چھٹنے لگے۔بے شک یہ سفر ان سب کو بہت قریب لے آیا تھا۔

www.novelsclubb.com

جب رات کا اندھیرا ہر سو پھیلا تو واپسی کی تیاری شروع کر دی گئی تھی۔ آج کا دن اپنے اختتام کو پہنچ چکا تھا۔ بہت ساری نئی شروعات کے ساتھ۔

☆☆☆

لاہور سے اسلام آباد، واپسی کا سفر بہت جلدی گزرا تھا۔ یا اسے لگا تھا؟ اسے سمجھ میں نہیں آیا۔ دو دن کب اور کیسے گزرے تھے۔ اسے لگا وقت نے بجلی کی سی رفتار پکڑ رکھی تھی۔

یہ اس کی واپسی کے اگلے روز کا منظر تھا۔ گرلز کالج کی وہ قطار در قطار کلاس رومز جن میں سے ایک میں وہ اور ملیشا بیٹھی تھیں۔ ایک دوسرے کے بالکل آمنے سامنے۔ آئرہ نے اپنی کرسی کا رخ موڑ کر ملیشا کی طرف کر رکھا تھا۔

www.novelsclubb.com

"اف ملی میں تمہیں کیا بتاؤں، ہمیں کتنا مزا آیا۔" آئرہ جب سے آئی تھی، یہ سطر اس نے کوئی چوتھی بار دہرائی تھی۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا ملیشا کو گھنٹوں بٹھا کر ایک ایک چیز بتا دے۔

"میری توقعات کے برعکس وہاں سب کچھ اتنا اچھا تھا۔ اور سب سے بڑھ کر مجھے لگا تھا میں بہت بور ہوں گی لیکن وہ چور اور اس کے دوست اتنے بھی برے نہیں جتنا میں سمجھتی تھی۔" آواز پر جوش تھی۔ اسے دیکھ کر لگتا تھا وہ ابھی بھی وہیں کسی گلی محلے میں ہے۔ وہاں سے آنے والے اتنی جلدی اس شہر کے حصار سے آزاد نہیں ہوا کرتے۔

"چور؟" وہ کافی دیر بعد بولی تو بس اتنا۔ آواز آئرہ کے جوش کے برخلاف ہلکی سی تھی۔ شہد آنکھیں آج معمول سے ہٹ کر تھوڑی بے چین لگتی تھیں۔

www.novelsclubb.com

"وہی جو کچھ دنوں پہلے ہمارے گھر آیا تھا۔بابا کے دوست کا بھتیجا۔"وہ اب اسے ارحم کے متعلق یاد کروا رہی تھی۔پر سامنے بیٹھی لڑکی لاتعلق سی بیٹھی تھی۔اس کا دھیان کہیں اور تھا۔آئرہ نے کچھ تفشیش سے اسے دیکھا۔اسے ملیشا کی یہ خاموشی کھٹک رہی تھی۔

"کیا ہوا ہے تمہیں ملی؟"اس نے بالآخر اپنی کہانی کو وہیں بریک لگائی۔اس کی دوست سامنے بیٹھی پریشان تھی۔ایسے میں وہ اپنی نہیں سنا سکتی تھی۔

"کچھ بھی تو نہیں۔"ملیشا کے ماتھے پہ پڑی شکنیں غائب کیں۔چہرے کے تاثرات نارمل رکھے۔لیکن آئرہ کی نظروں سے کہاں کچھ چھپتا ہے۔

"صرف دو دن ملی اور تم مجھ سے باتیں چھپانے لگی ہو؟"اسے دکھ ہوا تھا۔ملیشا اپنی خوشی سے پہلے اپنی پریشانی اسے بتاتی تھی۔لیکن ابھی کچھ تو ہوا تھا۔

www.novelsclubb.com

"تم کچھ زیادہ ہی سوچ رہی ہو آئرہ۔" ملیشا نے بات کو ہوا میں اڑانا چاہا پر سبز آنکھوں والی لڑکی کے اندیشے کم نہ ہوئے تھے۔

"میں۔۔" آئرہ کی بات آدھے میں رہ گئی تھی جب کلاس روم کے دروازے پہ کوئی آیا تھا۔

"ملیشا تمہارے گھر سے کوئی آیا ہے۔ گیٹ پہ تمہیں بلا رہے ہیں۔" زارا وہیں دروازے سے کہہ کر چلی گئی تھی۔ ملیشا فوراً سے اپنی جگہ سے اٹھی تھی۔ اس کا دل بہت زور سے دھڑک رہا تھا۔ اپنی چیزیں سمیٹتے ہوئے وہ بھاگنے کے انداز سے کلاس سے نکلی تھی۔ آئرہ اس کے پیچھے گئی۔

"ملیشا؟؟" اسے جاتے دیکھ آئرہ نے آواز دی۔ ملیشا نے بس ایک لمحے کو رک کر پیچھے دیکھا۔ آئرہ پریشان سی اسے دیکھ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"میں تمہیں کال کروں گی۔"بس ایک سطر اور وہ پھر سے گیٹ کی طرف بھاگنے لگی۔ آئرہ وہیں ٹھہر کر اسے دیکھ رہی تھی۔ اگر ملیشا نے کہا تھا وہ کال کرے گی تو وہ بالکل کال نہیں کرنے والی۔ آئرہ جانتی تھی۔

دوسری طرف دیکھو تو ملیشا اب گیٹ کے سامنے کھڑی تھی۔ سلاخوں والے اس دروازے کے پار ایک گارڈ تھا اور ساتھ اضطرابی کیفیت میں کھڑے اس کے ماموں۔

"ملیشا بچے وہ گھر میں۔۔"ان کے بس یہ کہنے کی دیر تھی۔ ملیشا کو واضح طور پر اپنا چہرہ سفید پڑتا محسوس ہوا۔ اس کے آگے اس کے ماموں کیا کہہ رہے تھے؟ اس نے کچھ نہیں سنا۔ اسے بس کچھ یاد تھا تو اس کا گھر اور گھر میں موجود اس کی ماں۔

☆☆☆

www.novelsclubb.com

وہ کب اور کیسے گھر پہنچی تھی،وہ نہیں جانتی۔ سب مناظر آنکھوں کے سامنے دھندلے سے تھے۔ اپنے ماموں کے ہمراہ وہ ایک کمرے کے سامنے آکھڑی ہوئی تھی۔ اندر سے آوازیں آرہی تھیں۔ باتوں کی،چلتے قدموں کی۔ وہ دروازے کے باہر کھڑی تھی۔ اندر جانے کی اس میں جیسے ہمت نہیں تھی۔

"چلو بچے اندر۔" ملیشا کے ماموں،تیمور سرمد اسے اپنے ساتھ اندر آنے کا کہہ رہے تھے۔ ملیشا حفیظ کس بھاری دل کے ساتھ ہر بار اس کمرے میں جاتی تھی۔ یہ تو صرف وہ جانتی تھی اور اس کا دل۔

www.novelsclubb.com

اندر موجود منظر کسی ہسپتال کے کمرے کا لگتا تھا۔ ایک ڈاکٹر اور نرس ادھر سے ادھر چکر لگا رہے تھے۔ ملیشا چھوٹے چھوٹے قدم لیتی اندر آئی تھی۔ کمرے کے عین وسط میں ایک بیڈ پڑا تھا جس کے سامنے ڈاکٹر فیض کھڑے تھے۔ ان کے دائیں طرف سے تھوڑا آگے جھانکو تو تمہیں بیڈ پہ ایک وجود لیٹا نظر آئے گا۔ مختلف

قسم کی نالیوں اور مشینوں میں جکڑا وہ وجود ایسے لگتا تھا جیسے کوئی بہت گہری نیند سو رہا ہو۔ بیڈ کے ساتھ پڑا وہ پیشنٹ مونیٹر جس کے سینسرز انگلی، بازو اور سینے پہ لگے تھے جن کے ذریعے جسم کی درجہ حرارت، آکسیجن لیول اور دل کی دھڑکن کو مانیٹر کیا جا رہا تھا۔

"ڈاکٹر وہ میری ماں۔۔۔" ملیشا نے تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد سامنے کھڑے ڈاکٹر سے سوال کرنا چاہا لیکن الفاظ زبان سے ادا ہی نہیں ہو رہے تھے۔ گلے میں جیسے کانٹے سے چبھ رہے ہوں۔ دل کی دھڑکن ہنوز تیز تھی۔

www.novelsclubb.com

"فکر والی کوئی بات نہیں ہے ملیشا بیٹا۔ آپ کی ماما کا بی پی (Blood Pressure) اچانک بہت گر گیا تھا۔ جس وجہ سے ہمیں انہیں فوری طور پہ کچھ دوائیاں انجیکٹ کرنی پڑی تھیں۔ لیکن اب سب انڈر کنٹرول ہے۔ خطرے والی کوئی بات نہیں۔ آپ کے ماموں کو ان نرس نے ہی ایمرجنسی میں کال کی ہو گی۔

دراصل یہ کیس ان کے لئے نیا ہے تو انہیں زیادہ پتہ نہیں تھا۔"ان کی بات پہ ملیشا بے دھم سی پاس پڑے صوفے پہ گر سی گئی تھی۔ ٹانگوں میں جیسے یکدم جان واپس آئی تھی۔ اٹکی ہوئی سانسیں بحال ہوئیں لیکن دل اب بھی بہت زور سے دھڑک رہا تھا۔ ڈاکٹر فیض ابھی بھی اسے اور تیمور کو کچھ بتا رہے تھے لیکن ملیشا کی نظر سامنے لیٹی اس کی ماں کے بے جان سراپے کو دیکھ رہی تھی۔ جہاں سانسیں تو چل رہی تھی پر زندگی کی رمق جیسے اس وجود کو چھو کر بھی نہیں گزرتی تھی۔ وہ ایک لاش تھیں۔ ایک زندہ لاش بس اور کچھ نہیں۔

کچھ ہی دیر میں ڈاکٹر فیض کچھ ضروری ہدایات دے کر واپس چلے گئے تھے۔ وہ اُن کے فیملی ڈاکٹر تھے اور ملیشا کی ماں فریحہ سرمد کا اعلاج وہی کر رہے تھے۔ اس کی ماں ایک کومہ پیشنٹ تھی۔ برین ہیمرج کے باعث وہ کچھ سالوں سے ایسے ہی مُردوں کی سی زندگی گزار رہی تھیں۔

ڈاکٹر کے جانے کے بعد تیمور بھی ملیشا کو ایسے پریشان کرنے پر معذرت کر کے اپنے گھر کے لئے روانہ ہو گئے تھے۔ اب وہاں ملیشا کے ساتھ صرف وہ ایک نرس تھی جو وقفے وقفے سے آ کر اس کی ماں کو مانیٹر کر رہی تھی۔ ملیشا کچھ دیر وہیں بیٹھی رہی اور پھر خود کو ہمت دیتی اٹھ گئی۔

اپنے کمرے میں آ کر اس نے شکرانے کے دو نفل ادا کئے تھے۔ اور پھر سجدے میں جا کر وہ یکدم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔ بند آنکھوں کے سامنے بار بار اس کی ماں کا وہ بے جان سراپا آ رہا تھا۔ اس کے آنسوؤں میں روانی آ گئی۔ اپنی ماں کو ایسے زندگی اور موت سے لڑتے دیکھنا آسان نہیں تھا۔ زندگی کی ایک نازک سی ڈور جس نے اس کی ماں کو تھام رکھا تھا، اس کے چھوٹنے کا خوف اگر اولاد کو ہر وقت لگا رہے تو وہ ایسے ہی سجدوں میں روتے ہوئے نظر آئیں گے۔

وہ کتنی دیر وہاں سجدے میں رہی،اسے وقت کا اندازہ نہیں تھا۔اسے وہاں سے اٹھنے پہ مجبور موبائل کی آواز نے کیا تھا جو مسلسل بج رہا تھا۔ہاتھوں کی پشت سے پلکوں پہ ٹھہرے آنسوؤں کو صاف کرتی وہ ڈریسنگ ٹیبل سے موبائل اٹھا رہی تھی۔ وہاں آئرہ کی کال تھی۔ملیشا نے کال اٹھانے سے پہلے گلہ کھنکارا کہ آواز بھاری نہ لگے۔

"ہیلو آئرہ؟"وہ موبائل کان سے لگائے بیڈ پہ بیٹھی تھی۔دوسری طرف سے اس کی آواز پہ آئرہ اس سے کچھ پوچھ رہی تھی۔شاید گھر جلدی جانے کی وجہ۔

www.novelsclubb.com

"ہاں ہاں گھر میں سب خیریت ہے۔وہ بس امی کی طبیعت کچھ خراب ہو گئی تھی لیکن اب سب ٹھیک ہے۔ڈاکٹر نے کہا ہے پریشانی والی کوئی بات نہیں ہے۔"

وہ کس قدر مشکل سے اپنی آواز نارمل رکھ کر بات کر رہی تھی۔آئرہ کو اس کی بات سے تسلی نہیں ہوئی تھی۔

"میرا یقین کرو صرف یہی وجہ تھی آئزہ۔ بس صبح سے میرا دل گھبرا رہا تھا اور پھر جب ماموں کالج آئے تو مجھے لگا کچھ۔۔۔ ہو گیا ہے۔" آخر میں اس کا گلہ رندھ گیا تھا۔ آنکھیں ایک بار پھر سرخ ہونے لگی تھیں۔ یہ خیال بھی کہ اس کی ماں کو کچھ ہو گیا ہو، اتنا تکلیف دہ تھا کہ کوئی اندازہ نہیں۔

"نہیں تم آج مت آؤ۔ ابھی ہی تو تم واپس آئی ہو۔ پھر کبھی چکر لگا لینا۔" آئزہ شاید اس کے گھر آنے کی بات کر رہی تھی پر ملیشا نے انکار کر دیا تھا۔ ابھی وہ بس اپنی ماں کے ساتھ اکیلے رہنا چاہتی تھی۔

www.novelsclubb.com

"ہاں ٹھیک ہے پھر بات ہو گی۔" وہ اب الوداعی کلمات کہہ کر کال کاٹ چکی تھی۔ موبائل پھینکنے کے انداز میں بیڈ پہ رکھا تھا۔ سر جھکا کر ہاتھوں میں گرا دیا تھا۔ یہ کیسی آزمائش تھی۔ دل نے اسے ڈھیروں ملامت کی تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ اپنی ماں کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آئی۔ کمرہ خالی تھا۔ وہاں مشین سے آتی ایک بیپ بیپ کی آواز کے سوا ہ دوسری اور کوئی آواز نہیں تھی۔ قبرستان کی سی خاموشی تھی، جس نے اس کمرے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔

"آپ ایسا کیوں کرتی ہیں میرے ساتھ؟" وہ اب ان کے بیڈ کے پاس کرسی لے کر بیٹھی تھی۔ نالیوں سے لپٹا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے وہ انہیں دیکھ رہی تھی۔ فریحہ سرمد کی آنکھیں بند تھیں لیکن اپنی ماں کی وہ شہد رنگ آنکھیں جو بالکل اس جیسی تھی، آج بھی ملیشا کو یاد تھیں۔

"میرا دل اتنا مضبوط نہیں ہے امی۔" ایک سوگواریت سی تھی جو ملیشا حفیظ پہ اس وقت طاری تھی۔ اپنی تھوڑی ان کے ہاتھوں پہ ٹکائے وہ مسلسل انہیں دیکھ رہی تھی۔ یہاں تک کہ اس کی آنکھوں کے سامنے سب دھندلانے لگا۔ مشین کی بیپ

www.novelsclubb.com

بیپ پس منظر میں چلی گئی۔ کمرے کی خاموشی ہوا میں تحلیل ہو گئی اور سامنے لیٹے وجود کی شہد رنگ آنکھیں کھل گئیں۔

یہ ملیشا حفیظ کی کہانی ہے۔اس کی پیدائش سے پہلے کی کہانی۔ آئیں وقت میں پیچھے کا سفر طے کرتے ہیں۔حال کی اداسی کو بھلا کر ماضی کے ان خوشی کے پلوں کو جیتے ہیں جو بہت جلد بدلنے والے تھے۔ لیکن کب؟

فریحہ سرمد ستائیس سال کی تھیں جب ان کی شادی حفیظ سے ہوئی تھی۔ان کے گھر میں خاندان سے باہر شادیوں کا رواج نہیں تھا لیکن فریحہ سرمد کیونکہ گھر کی اکلوتی اور سب سے لاڈلی اولاد تھیں تو ان کے معاملے میں روایتوں کو پیچھے چھوڑ کر ان کی مرضی کے مطابق حفیظ سے ان کی لو میرج کرادی گئی تھی۔ساتھ کام کرنے والے وہ لوگ جنہوں نے اپنی محبت کو شادی کے اس خوبصورت تعلق میں باندھ

www.novelsclubb.com

دیا تھا،ان کی محبت کے چرچے ہر طرف مشہور تھے۔ حفیظ نے اپنی زندگی کی تمام جمع پونجی فریحہ سرمد کے لئے لٹادی تھی۔ان کی توکل کائنات ان کی بیوی تھی۔ زندگی بہت خوبصورت تھی۔ فریحہ سرمد کو ان کی ہیپی اینڈنگ مل گئی تھی، لیکن کہتے ہیں ناں نظر بہت بری بلا ہے۔یہ جسے چمٹ جائے،اسے برباد کر دیتی ہے۔ اور پھر بربادی مقدر ہو تو اسے کون ٹال سکتا ہے۔ان کی بھی خوشیوں کو نظر لگنے میں دیر نہیں لگی تھی۔

فریحہ سرمد نے شادی سے پہلے حفیظ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ لوگ کبھی اپنی اولاد کے بارے میں پلیننگ نہیں کریں گے۔ حفیظ کو اولاد نہیں چاہیئے تھی۔وہ اپنی زندگی میں اس اضافے کے لئے ہرگز تیار نہیں تھے۔ساری زندگی اپنے ماں باپ سے دھتکارے جانے کے بعد اب ان کے دل میں باپ بننے کی خواہش اور اولاد کی محبت دونوں دم توڑ چکی تھیں۔ لیکن شادی کے کچھ عرصے بعد فریحہ سرمد اپنے

www.novelsclubb.com

وعدے پہ قائم نہیں رہنا چاہتی تھی۔ اپنے ساتھ والوں کو ماں بنتے دیکھ ان کے اندر کی ممتا بھی سر اٹھانے لگی تھی۔ وہ جو اپنے شوہر کو زبان دے بیٹھی تھی، اب ان کے لئے مشکل ہو گیا تھا اس زبان کا پاس رکھنا۔

"میں نے تمہیں کہا تھا فری کہ ہمارے بیچ اولاد نہیں آئے گی تو تم اب یہ کون سی ضد لے کر بیٹھ گئی ہو۔" یہ کچھ سال بعد کا ذکر ہے جب فریحہ سرمد کو پتہ چلا تھا کہ وہ ماں بننے والی ہیں۔ جس دن انہیں خبر ہوئی اس سے اگلے دن ہی وہ اپنے شوہر کے پاس بیٹھے اسے یہ خوش خبری سنا رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"اولاد بیچ میں نہیں آیا کرتی حفیظ۔ یہ تو وہ کڑی ہوتی ہے جو میاں بیوی کے اس تعلق کو مضبوط کرتی ہے۔" وہ جس جوش سے یہ خبر اپنے شوہر کو دینے آئی تھیں اب اتنی ہی دل گرفتی کے عالم میں وہاں بیٹھی تھیں۔

"ہمارے تعلق کو مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں فری۔ تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ تم ایسے مجھے دھوکہ نہیں دے سکتی۔" وہ شکوہ کن نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"مجھے لگا تھا کہ اب اتنے سالوں بعد آپ کا فیصلہ بدل گیا ہو گا۔ پر آپ تو آج بھی وہیں کھڑے ہیں۔"

"یہ تمہاری غلطی ہے اگر تمہیں یہ لگتا ہے کہ میرے دل میں کبھی اپنی اولاد کے لئے محبت جاگے گی۔ جو چیز مجھے میرے والدین سے کبھی نہیں ملی، وہ میں کسی اور کو کیسے دے سکتا ہوں۔ اب اس فضول سی ضد کو چھوڑو اور تم کل ہی میرے ساتھ چل کر اس بچے کو گرا دو گی۔" الفاظ تھے کہ کھولتا ہوا سیسہ جو فریحہ سرمد کے کانوں میں انڈیلا گیا تھا۔ وہ شل سی وہاں بیٹھی تھیں۔ ان کی سماعتیں سائیں سائیں

www.novelsclubb.com

کر رہی تھی۔ انہیں یقین نہیں آرہا تھا کہ ان کا شوہر جسے وہ خود سے زیادہ چاہتی تھیں،وہ بھی کبھی یہ بات کہہ سکتا ہے۔

"میں ایسا کچھ نہیں کرنے والی حفیظ۔" کافی دیر بعد وہ بولی تو صرف اتنا اور پھر وہاں سے اٹھ کر چلی گئی تھیں۔

اور بس یہاں ختم ہوئی تھی وہ ہیپی اینڈ نگ جس پہ فریحہ سرمد اور حفیظ نواز کو ناز تھا۔ اور آغاز ہوا تھا اس ڈراؤنے خواب کا جو ہمارے حال کا نقشہ کھینچتا ہے۔

جس دن سے ملیشا حفیظ نے اس دنیا میں اپنی آنکھیں کھولی تھی اس دن سے اس نے اپنے ماں اور باپ کو دو منٹ سکون سے بیٹھ کر بات کرتے بھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ دونوں اگر ساتھ ہوتے تو لڑائیوں اور جھگڑوں کی آوازیں اسے اپنے آس پاس صبح شام سنائی دیتیں۔ اس کے باپ کے طعنوں میں جو ایک طعنہ اسے ہر بار اپنے اندر کسی تیر کی طرح کھبتا ہوا محسوس ہوتا تھا وہ تھا اس کی پیدائش کا طعنہ۔

www.novelsclubb.com

انہیں دیکھ کر کون کہہ سکتا تھا کہ وہ لوگ کبھی ایک دوسرے کے لئے جان دینے کو تیار ہوا کرتے تھے۔ وہ محبت جس سے لوگ رشک کھاتے تھے وہ اتنی کھوکھلی ہو جائے گی، کون جانتا تھا؟

وہ صرف نو سال کی تھی جب اسے بچانے کے لئے فریحہ سرمد اپنے شوہر اور بیٹی کے بیچ آئی تھیں اور وہی وہ وقت تھا جب حفیظ نواز نے اس کی ماں پہ پہلی بار ہاتھ اٹھایا تھا۔ اب تک اس نے ہمیشہ اپنے باپ کو لفظوں کے وار کرتے دیکھا تھا۔ لیکن جس دن وہ ہاتھ اٹھا تھا، اس دن محبت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس گھر کی دہلیز پار کر چکی تھی۔ اور پھر یہ تو مشہور ہے کہ اگر مرد کا ہاتھ ایک بار اپنی بیوی پہ اٹھ جائے تو وہ کبھی نہیں رکتا۔

وہ گھر ان دونوں ماں بیٹی کے لئے دن بہ دن جہنم بنتا گیا تھا لیکن فریحہ سرمد نے کبھی اپنے شوہر کو چھوڑنے کا نہیں سوچا تھا۔ وہ اس سے آج بھی اتنی ہی محبت

www.novelsclubb.com

کرتی تھی جتنی پہلے۔ اختلاف حفیظ نواز کی طرف سے آئے تھے ان کی طرف سے نہیں۔ اگر جو وہ کبھی اپنی بیٹی کے لئے انہیں چھوڑنے کا سوچتی بھی تو جانتی تھی ان کے بغیر ان کا شوہر جیتے جی مر جائے گا۔ اور دیکھا جائے تو ایسا ہی تو ہوا تھا۔

یہ ۱۸ اکتوبر ۲۰۱۷، شام سات بجے کا واقعہ تھا جب ملیشا صرف ۱۴ سال کی تھی۔ گھر کے باہر پھیلتا اندھیرا کسی انہونی کے ہونے کی خبر دے رہا تھا۔ یہ وہ دن تھا جس کے بعد کا سورج ان تینوں کی زندگی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بدلنے والا تھا۔ کبھی کچھ تاریخیں ایسی ہوتی ہیں جو آپ کے دل اور دماغ میں نقش ہو کر رہ جاتی ہیں۔ ملیشا حفیظ کے لئے بھی یہ تاریخ ایسی ہی تھی۔

اسے یاد ہے وہ آج بہت ہمت کر کے اپنے باپ کے کمرے میں آئی تھی۔ اس نے ہمیشہ جب اپنے باپ سے کوئی بات کرنی ہوتی تھی تو وہ ہمیشہ اپنی ماں کا سہارا لیتی تھی لیکن آج نجانے کیوں لیکن وہ خود اپنے باپ سے بات کرنے آئی

www.novelsclubb.com

تھی۔کوئی اسے وقت میں واپس جا کر بتاتا کہ یہ ہمت اس پہ کتنی بھاری پڑنے والی تھی تو وہ مر کر بھی اس کمرے کا رخ اس دن نہ کرتی۔

"با۔۔۔بابا؟"وہ بنا چاپ پیدا کئے اندر آئی تھی۔کمرے کا دروازہ ادھ کھلا چھوڑا تھا۔یہ وہی کمرہ تھا جہاں سے ہماری آج کی کہانی شروع ہوئی تھی لیکن آج سے چار سال پہلے اس کمرے کا نقشہ بہت مختلف تھے۔اس وقت وہاں اس بیڈ پہ کوئی لیٹا ہوا نہیں تھا بلکہ وہاں حفیظ سرمد بیٹھے تھے۔بیڈ پہ کچھ کتابیں پھیلائے وہ اپنے کام میں بزی تھے جب ملیشا کی دبی دبی سی آواز پہ یک دم انہوں نے چہرہ اٹھا کر سامنے کھڑی اس بچی کو دیکھا۔سیاہ آنکھوں میں اچانک ہی بے زاری آن ٹھہری تھی۔ان کے ساتھ بیٹھی فریحہ بھی سیدھی ہو بیٹھی تھیں۔انہیں اپنی بیٹی کو یہاں ایسے دیکھ حیرت ہوئی تھی۔

www.novelsclubb.com

"باباوہ کیا آپ کل میرے ساتھ اسکول آسکتے ہیں؟"اپنے باپ کی نظریں خود پہ پڑتے دیکھ اس کی ٹانگوں سے جیسے جان نکل رہی تھی لیکن وہ وہاں کھڑی رہی۔ اس نے ہمت نہیں ہارنی تھی۔ آج نہیں۔

"کیا بکواس کر رہی ہو لڑکی؟دماغ تو نہیں جل گیا تمہارا؟"ان کی آواز میں حقارت تھی۔ان سے جیسے ملیشا برداشت نہیں ہوتی تھی۔ایک لمحے کے لئے بھی نہیں۔

"بابا پلیز وہ۔۔۔"حفیظ سر مد نے سامنے پڑی ایک کتاب اٹھا کر ملیشا کے ساتھ موجود دیوار پہ دے ماری تھی۔وہ سہم کر پیچھے ہٹی تھی۔فریحہ اپنی جگہ سے اٹھتے اٹھتے رہ گئیں۔

"حفیظ بچی کی بات تو سن لیں۔"انہوں نے ملیشا کی ہمت بندھانی چاہی پر سامنے بیٹھے مرد کا دل پتھر کا ہو گیا تھا۔

"تمہارے لاڈ پیار نے ہی اسے اتنا بگاڑا ہے کہ اس میں آج میرے سامنے کھڑے ہونے کی ہمت آئی ہے۔" وہ غصے میں تھے۔ ملیشا کو دیکھ کر ان پہ ایسا ہی غصہ حاوی ہو جاتا تھا۔

"اسے کہو یہاں سے دفع ہو جائے۔ مجھے اس کی شکل سے بھی نفرت ہے۔" انہوں نے اس پر سے نظریں ہٹائیں اور سامنے پڑی چیزیں اٹھانے لگے۔ سارا موڈ غرق ہو گیا تھا۔

"آپ کو آخر مجھ سے اتنی نفرت کیوں ہے؟" وہ بولی تو آواز اتنی دھیمی تھی کہ اگر حفیظ اس وقت کمرے سے باہر جانے کے لئے اس کے قریب نہ آتے تو شاید انہیں آواز نہ آتی۔

www.novelsclubb.com

"کیا کہا تم نے ؟"وہ پھنکارے۔ آنکھیں طیش سے سرخ ہوئیں۔ ملیشا پھر بھی ڈٹ کر کھڑی رہی۔اب اگر اس نے بات شروع کر دی تھی تو وہ پیچھے نہیں ہٹے گی۔

"آخر مجھ سے اس حد تک نفرت کیوں؟ میں اپنی مرضی سے تو نہیں آئی تھی نہ اس دنیا میں۔"چودہ سالوں میں پہلی بار ان شہد رنگ آنکھوں نے سیاہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا تھا۔وہاں اتنی نفرت تھی کہ ملیشا کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا تھا۔ کیا کوئی باپ اپنی بیٹی سے اتنی نفرت کر سکتا تھا؟

www.novelsclubb.com

" صحیح کہا تم نے۔ قصور تمہارا نہیں بلکہ اس گھٹیا عورت کا ہے جو تمہیں میری مرضی کے بغیر اس دنیا میں لائی تھی۔"حفیظ نے اتنی ہی حقارت سے فریحہ کو دیکھا ۔وہ جن آنکھوں میں کبھی بے لوث محبت ہوتی تھی،اب وہاں تھی تو صرف سفاکی۔

"میری امی کو بیچ میں مت لائیں!!"وہ چیخی۔شہد رنگ آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔وہ آج پہلی بار اپنے باپ سے اس طرح بات کر رہی تھی۔دل میں سالوں کا غبار تھا جو آج نکل رہا تھا۔

"بد کردار،بے غیرت لڑکی!ہمت کیسی ہوئی تمہاری مجھ سے اس طرح بات کرنے کی۔"حفیظ نواز نے کھینچ کر ایک طمانچہ ملیشا کے منہ پہ دے مارا تھا۔وہ جو ابھی کچھ مزید کہنے والی تھی،ششدر سی وہیں ٹھہر گئی۔گردن ایک طرف ڈھلکائے اس نے اپنے دائیں گال پہ ہاتھ رکھا جہاں ابھی اس کے باپ کا ہاتھ چھپ گیا تھا۔گال درد سے دہک رہا تھا۔آنسو ٹوٹ کر گرنے لگے۔بیڈ پہ بیٹھی فریحہ اپنی بیٹی کی طرف لپکی تھی۔حفیظ نے ایک جھٹکے سے انہیں دور کیا۔پھر ملیشا کو جبڑے سے پکڑ کر اس کا چہرہ اپنے قریب کیا۔دباؤ اتنا زیادہ تھا کہ اسے اپنے جبڑے ٹوٹنے کا گمان ہوا۔

"میرے سامنے اپنی اس زبان کو لگام دینا سیکھو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"
ان کی آنکھوں میں تنبیہہ تھی۔

"آپ سے برا ابھی بھی کوئی نہیں ہے۔ گھن آتی ہے مجھے آپ سے۔"وہ زہر اگل رہی تھی اور حفیظ نواز کو چاہیئے تھا یہ زہر پی کر مر جائے۔

"کاش آپ ہماری زندگی میں نہ ہوتے۔ کاش امی آپ سے شادی نہ کرتیں۔ کاش آپ مجھے اپنی زندگی سے نکالنے کے بجائے خود ہماری زندگی سے نکل جائیں۔"
آخر میں وہ حلق کے بل چیخی تھی۔اس کا تنفس پھول گیا تھا۔ حفیظ نواز کا دل جیسے کسی نے پکڑ کر دبایا تھا۔

www.novelsclubb.com

"ملیشا!"اس کی آخری بات پہ فریحہ کا دل ڈوبا۔ ان کی اولاد کے دل میں اپنے باپ کے لئے اتنا زہر تھا؟اور وہ آج تک سمجھتی رہیں کہ انہوں نے ہمیشہ اپنے شوہر کی برائیوں پہ پردہ ڈال کر اسے بچایا تھا۔ اب انہیں کون بتائے کہ ان کی بیٹی

کو اس جہنم کی آگ میں جھونک کر انہوں نے اسے بچایا نہیں بلکہ پل پل جلا کر راکھ کیا تھا۔

"کیا کچھ غلط کہا میں نے؟" اپنے باپ کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے وہ پیچھے ہوئی۔ ایک نظر اپنی ماں کو دیکھا پھر سامنے کھڑے اس شخص کو۔ آنکھوں میں اب وہی نفرت تھی جو کچھ دیر قبل اس نے اپنے باپ کی آنکھوں میں دیکھی تھی۔

"بچپن سے لے کر آج تک میں اس باپ کی محبت کو ترستی رہی جس کے لئے میرا ہونا ہی ایک اذیت تھا۔ جسے میرے نام سے، میرے وجود سے ہی دھوکے کی بد بو آتی تھی۔ آپ جیسے باپ سے بہتر ہے اولاد پیدا ہونے سے پہلے ہی مر جائے۔" وہ رو رو کر چلا رہی تھی۔ اور حفیظ نواز اس کے سامنے بت بنے کھڑے تھے۔ یہ الفاظ؟ یہ الفاظ انہیں اپنے اوپر ہتھوڑے کی طرح برستے ہوئے محسوس ہوئے۔ یہ وہی الفاظ تھے جو انہوں نے کبھی اپنے باپ سے کہے تھے۔ وہ کون سی بات

www.novelsclubb.com

کہاں جا کر کہہ رہی تھی۔ حفیظ نواز کو ملیشا میں اپنا آپ نظر آیا تھا۔ ان دونوں کے پاس کھڑے فریحہ ہچکیوں کے ساتھ رو رہی تھیں۔ خدایہ منظر کسی دشمن کو بھی نہ دکھائے جو وہ دیکھ رہی تھیں۔ باپ کے سامنے جب اولادیں ایسے کھڑی ہو جاتی ہیں تو ماں پہ کیا گزرتی ہے، کون جان سکتا ہے۔

اس کے بعد جو ہوا وہ اتنی جلدی ہوا کہ ملیشا کچھ سمجھ ہی نہیں سکی تھی۔ حفیظ نے ملیشا پہ یک دم تھپڑوں کی بوچھاڑ شروع کر دی تھی۔ ان کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ وہ جیسے آپے سے باہر ہو گئے تھے۔ ملیشا رو رہی تھی، چلا رہی تھی۔ اس کا پورا جسم تکلیف سے شل تھا۔ پھر اس نے لمحے بھر کو آنکھیں کھولی تھیں۔ اسے اپنی ماں کی ایک جھلک نظر آئی تھی۔ وہ اس کے باپ کے سامنے کھڑی انہیں روک رہی تھیں۔ حفیظ نے انہیں اتنی زور سے دھکا دیا کہ وہ دور الماری کے ساتھ جا لگی تھیں۔ ان کے سر کا پچھلا حصہ الماری کے زیریں حصے سے جا ٹکرایا۔ وہاں سے

خون رسنے لگا لیکن حفیظ جیسے ہوش میں نہیں تھے۔ وہ ایک بار پھر ملیشا پہ چڑھ دوڑے تھے۔ جب ملیشا کے وجود نے حرکت کرنا چھوڑی تو وہ بے دھم سے ہو کر وہیں فرش پہ بیٹھ گئے۔

ایک جنون آلود لمحہ تھا جو آیا اور گزر گیا۔ جب حفیظ نواز ہوش میں آئے تو اپنے سامنے کا منظر دیکھ ان کا دل دہل اٹھا۔ ان کی بیٹی سامنے بے ہوش لیٹی تھی۔ چہرے اور جسم پہ جگہ جگہ نشان تھے۔ اور اس سے تھوڑا فاصلے پہ ان کی بیوی تھی۔ ان کی کل کائنات۔ وہ جس کے لئے وہ آدھی دنیا قربان کر سکتے تھے۔ وہ خون کے ایک سمندر میں لیٹی تھیں۔ حفیظ نواز جہاں تھے وہیں ٹھہر گئے۔ سانسیں رک گئیں ۔دھڑکنیں تھم گئیں۔ کوئی قیامت تھی جو ان کے سر پہ آ گری تھی۔ یہ ان سے کیا ہو گیا تھا؟

www.novelsclubb.com

ملیشا جب ہوش میں آئی تھی تو جو خبر اس کی منتظر تھی وہ یہ تھی کہ اس کی ماں کا برین ہیمرج ہو گیا ہے اور وہ کومہ میں ہیں۔ کب تک؟ یہ وہ سوال تھا جس کا جواب کسی ڈاکٹر کے پاس نہیں تھا۔ ملیشا کی تو مانو دنیا اس کی ماں کے بے جان وجود کی طرح رک سی گئی تھی۔

پر اس کی دنیا تو صرف رکی تھی۔ وہاں ایک اور شخص تھا جس کی دنیا تباہ ہو گئی تھی ۔ ملیشا نے حفیظ نواز کو اس دن کے بعد سے کبھی بولتے نہیں سنا تھا۔ وہ چپ چاپ فریحہ کے پاس بیٹھے رہتے تھے۔ نہ صحیح سے کچھ کھاتے تھے نہ پیتے تھے۔ ایسا لگتا تھا فریحہ سرمد کے ساتھ ساتھ ان کے اندر سے بھی زندگی دم توڑ گئی ہے۔

آٹھ مہینوں میں اس نے اپنے باپ کو بوڑھا ہوتے دیکھا تھا۔ وہ مرد جسے وہ بچپن سے دیکھتی آئی تھی۔ وہ جس کی آواز اتنی گرج دار تھی کہ پتے بھی سہم جاتے تھے۔

وہ اب پورے آٹھ مہینے سے ایک لفظ نہیں بولا تھا۔ ایسا لگتا تھا ان کے الفاظ بھی اب ختم ہو گئے ہیں۔

فریحہ سرمد نے ایک بار کہا تھا کہ اگر انہوں نے حفیظ نواز کو چھوڑ دیا تو وہ جیتے جی مر جائے گا۔ اور اس واقعے کے پورے نو مہینے بعد دل کا دورہ پڑنے کی وجہ سے حفیظ نواز نے واقعی دم توڑ دیا تھا۔ وہ اپنے آخری وقت تک اپنی بیوی کے سر ہانے بیٹھے رہے تھے۔ ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے وہ اس دنیا سے رخصت ہوئے تھے۔ وہ ہاتھ جسے تھامنے کی قسم انہوں نے زندگی بھر کھائی تھی۔ وہ ہاتھ اب چھوٹ گیا تھا۔ زندگی کی ہیپی اینڈ نگ ٹریجیک اینڈ نگ میں تبدیل ہو گئی تھی۔ کہا تھا نہ بربادی جب مقدر ہو تو اسے کون ٹال سکتا ہے۔

www.novelsclubb.com

آج چار سالوں بعد اسی کمرے میں اسی بیڈ کے سامنے جب ملیشا نے بند آنکھیں کھول کر اپنی ماں کو دیکھا تو اسے لگا وہ ایک بھیانک خواب جی آئی ہے اور اب ایک اور بھیانک خواب اس کا منتظر تھا۔

زندگی اس پہ کبھی مہربان نہیں رہی تھی۔

☆☆☆

آسمان پہ تاریکی دھیرے دھیرے پھیل رہی تھی۔ایسے جیسے ایک کورے کاغذ پہ کالی سیاہی گر گئی ہو جو راستہ بناتے بناتے پورے کاغذ کو سیاہ کر دیتی ہے۔ایم آئی ٹی کے اوپر پھیلا آسمان بھی ویسے ہی سیاہ ہو گیا تھا۔لیکن یہ سیاہی بس باہر والوں کا بخت تھی۔اگر اندر کا رخ کرو تو روشنیاں تمہارا استقبال کریں گی۔ایسی ہی سفید روشنیوں میں گھرے اسد مرزا کے آفس میں آؤ تو تمہیں وہ گلاس وال کے پاس

www.novelsclubb.com

کھڑے نظر آئیں گے۔ ایک ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈالے دوسرے ہاتھ سے موبائل کان سے لگائے وہ کسی سے زیرِ گفتگو تھے۔

"آپ سے مجھے یہ امید نہیں تھی بھائی۔" ان کا لہجہ سپاٹ تھا۔ کسی بھی قسم کے جذباتوں سے عاری۔ نظروں کے سامنے آنکھوں کو خیرہ کر دینے والا منظر تھا۔ چھوٹی ٹمٹماتی روشنیوں سے سجا لاہور۔

"تم میری بات سمجھو اسد، وہ میرا بیٹا ہے۔ میرے لئے اس کا دل اپنی طرف سے صاف کرنا بہت ضروری ہے۔" سامنے والے کی آواز ان کے برعکس اضطراب کے سمندر میں ڈوبی تھی۔

"پلیز اسے مناؤ کہ وہ بس ایک بار میری بات سن لے۔ مجھے سمجھنے کی کوشش کرے۔ بس ایک بار۔" بے بسی ہی بے بسی تھی۔

www.novelsclubb.com

"آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ ارحم کی شکل بھی نہیں دیکھیں گے۔ جو شخص اپنے وعدوں کا پاس نہ رکھتا ہو اس کی میں کیا ہی سنو۔"

"تم مجھے نہیں سمجھ رہے اسد۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں کہ میں تم سے کئے وعدے نبھاتا رہوں۔ مجھے بس میرا بیٹا چاہئے اور کچھ نہیں۔"

"کون سا بیٹا؟ وہ جسے آپ نے اس وقت چھوڑا جس وقت اسے ایک باپ کی سخت ضرورت تھی۔" ہشام مرزا کے زخموں پہ کسی نے نمک چھڑکا تھا۔ تکلیف ہی تکلیف تھی۔

www.novelsclubb.com

"اسد تم۔۔۔۔"

"نہیں بھائی، آپ میری بات سنیں پہلے۔ ارحم میرا بھتیجا ہے اور میں اسے جانتا ہوں۔ وہ کم از کم اس صدی میں تو آپ کی بات نہیں سننے والا اس لئے بہتر ہے کہ اب آپ بھی اپنی ضد چھوڑ دیں۔ اسے اس کے حال میں جینے دیں۔ وہ آپ کے

بغیر بہت خوش ہے۔"ایک باپ کو یہ کہنا کہ ان کی اولاد کو اب ان کی ضرورت نہیں۔یہ ان کے سینے میں تیر پیوست کرنے جیسا ہے اور ہشام مرزا کا سینہ چیر دیا گیا تھا۔

"وہ میرا خون ہے اسد،اسے مجھ سے زیادہ کسی کی ضرورت نہیں ہو گی۔"ایک امید سی تھی جو وہ ہمیشہ کی طرح خود کو دیتے آئے تھے۔کوئی انہیں یہ بتائے کہ امیدوں سے بندھی ڈوریں بہت کمزور ہوتی ہیں وہ ٹوٹ جائے تو انسان بکھر جاتے ہیں۔

"خیالوں کی دنیا سے باہر نکل کر حقیقت کا سامنا کریں بھائی۔اب آپ کے بیٹے کی زندگی کے تمام فیصلے میں کرتا ہوں اور فی الحال میں آپ کو بہت پیار سے سمجھا رہا ہوں کہ اس سے دور رہیں۔یہ نہ ہو کہ جو آپ چند لمحے اپنے بیٹے کو دیکھ لیتے میں وہ بھی چھین لوں۔"آخر میں انہوں نے کال کاٹ دی۔جواب کا انتظار انہوں نے پہلے کب کیا تھا جواب کرتے۔

www.novelsclubb.com

موبائل کان سے ہٹائے وہ قدم قدم چلتے گلاس ٹیبل تک آئے تھے۔ بیٹھتے ہوئے ان کے ہاتھ اپنی کال لاگ سکرول کر رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایک نمبر پہ ان کے ہاتھوں کی حرکت ٹھہر گئی تھی۔ نجانے کس احساس کے تحت انہوں نے وہ نمبر ملایا تھا۔ پہلی بیل پہ ہی وہ کال کاٹ گئے تھے۔ لیکن پانچ منٹ بعد ان کا فون بجنے لگا۔ نمبر وہی تھا۔ انہوں نے کال اٹھالی۔

"اس بار کام ہو جانے کے چانسز زیادہ ہیں سر۔" دوسری طرف سے کوئی بولا تھا۔

"امید ہے مجھے دوبارہ مایوسی نہیں ہوگی۔" کرخت لہجے میں کہتے وہ ایک بار پھر کال کاٹ چکے تھے۔ لمحے بھر کو اس روشنیوں میں ڈوبے کمرے میں بیٹھے اس وجود کو دیکھو تو تمہیں وہ بھوری آنکھیں ایک شفیق باپ اور مہربان چاچو کی نہیں لگیں گی۔ وہاں بیٹھا شخص کوئی اور تھا۔ ایک سراب یا پھر حقیقت؟

☆☆☆

صبح کے وقت ارحم کے اپارٹمنٹ کمپلیکس میں بنے جم میں رش نہیں ہوا کرتا تھا۔ وہ جس وقت آدھی سے زیادہ دنیا نیند کے دریا میں غوطے کھا رہی ہوتی ہے اس وقت ارحم سمیت بس چند ہی لوگ اپنے لئے وقت نکال کر جم کا رخ کرتے ہیں۔ اس جم کا حلیہ بھی ویسا ہی تھا جیسا آپ سوچ رہے ہیں۔ ٹریڈ ملز میں چلتے، دوڑتے کچھ لوگ، دیوار کے ساتھ پڑے ڈمبلز اپنی باری کا انتظار کرتے ہوئے اس ٹرینر کو دیکھ رہے ہوتے جو ہمیشہ کی طرح اپنے کسی ٹرینی پہ ظلم کے پہاڑ ڈھا رہا ہوتا۔

www.novelsclubb.com

ایسے میں ہر کسی سے بے نیاز ارحم ویٹ لفٹینگ کر رہا تھا جب اچانک اس کے کان پہ لگے آلے سے میوزک کی آواز کی جگہ کال کی رنگ ٹون نے لے لی۔ وہ فوراً سیدھا ہو کر بیٹھا۔ کان کے آلے کا بٹن پریس کرتے ہی اسے نے ہیلو کی صدا لگائی۔ آگے سے جواب ندارت۔

"کون بول رہا ہے یہ؟"اب کی بار اس نے جیب سے موبائل نکال کر کالر آئی ڈی دیکھی۔ غیر شناسا نمبر۔ لیکن یہ نمبر پہلے والا نہیں تھا۔ وہ تو ارحم نے بلاک کر دیا تھا۔

"کچھ بولو گے یا اب کی بار تمہیں رپورٹ کر دوں؟"دھمکی دیتے ہوئے اس نے ساتھ ہی موبائل پہ شاہ میر کی چیٹ کھولی۔ تھوڑی دیر مزید دوسری طرف سے کسی جواب کا منتظر رہنے کے بعد ارحم نے کال کاٹ دی اور پھر شاہ میر کو میسج کیا۔

"بات سنو۔"دو لفظی میسج جس پہ فوراً ہی بلو ٹک ہوا تھا۔ ایسے جیسے شاہ میر اس کے میسج کا منتظر ہو۔ جلدی ریپلائی کرنے والے دوست ویسے بھی کس کو نہیں عزیز ہوتے۔

"اس ناچیز کی یاد ایسے اچانک؟"شاہ میر نے بدلے میں اسے کال کی تھی اور اب اپنے ازلی بے نیاز انداز میں بات کر رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"میں تجھے ایک نمبر بھیج رہا ہوں، مجھے اس کی ڈیٹیلز نکلوا کر دو۔" وہ سنجیدہ تھا۔ شاہ میر کو تفشیش ہوئی پر وہ "راجر سر" کہہ کر کال کاٹ گیا۔ ارحم بھی اپنی جگہ سے اٹھ گیا تھا۔ آج کی ایکسرسائز ہو گئی تھی۔ اب اسے بس کھلی ہوا میں سانس لینا تھا اور یہ کھلی ہوا اسے بس ایک جگہ مل سکتی تھی۔

صبح ابھی پوری طرح نہیں اتری تھی۔ آسمان ہلکا نارنجی ہو رہا تھا۔ ایسے میں وہ دو درختوں کے بیچ کمر سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ یہ پارک اس کے اپارٹمنٹ کے بہت قریب تھا۔ اور یہ جگہ، یہ جگہ ایک کونے میں تھی۔ لوگوں سے دور۔ شور سے دور۔ وہ کافی دیر آنکھیں موندیں وہاں بیٹھا رہا۔ اس کے سکون میں خلل ڈالنے والی آواز اس کے موبائل کی تھی۔

"کیا کچھ پتہ چلا؟" بند آنکھوں کے ساتھ ٹیک لگائے وہ سوال کر رہا تھا۔ بھورے بال بکھرے ہوئے اس کی پیشانی پہ پڑ رہے تھے۔

www.novelsclubb.com

"ایسا لگتا ہے یہ کال کسی برنر فون سے آئی ہے اور کالر آئی ڈی بھی جعلی ہے اس لئے یہ پتہ لگانا کے کال کس نے اور کہاں سے کی ہے، مشکل کام ہے۔"

"پھر اب مجھے کیسے پتہ چلے گا کہ یہ کون ہے؟"ارحم نے منہ پہ ہاتھ پھیرا۔ نظریں اب آس پاس سبزے کو دیکھ رہی تھیں۔ دماغ الجھ رہا تھا۔

"یہ کالز تمہیں کب سے آرہی ہیں؟"وہ اب ڈیٹیلز مانگ رہا تھا۔ کچھ بھی کرنے سے پہلے اسے پوری بات جاننی تھی۔

"تین ہفتے ہونے والے ہیں شاید یا زیادہ۔ اس سے پہلے مجھے ایسے ہی ایک نمبرز سے دوبار کال آچکی ہے۔ وہ بھی بلینک کالز تھیں۔ میں نے اسے ہفتہ پہلے بلاک کیا تھا اور اب پھر وہی کال۔"

www.novelsclubb.com

"کیا تمہیں کسی پہ شک ہے؟"اس سوال سے بیک وقت ان دونوں کے ذہنوں میں ایک ہی شخص آیا تھا۔ ہشام مرزا۔ ارحم نے سر جھٹکا۔ اس کا باپ ایسے کام کرنے والوں میں سے نہیں تھا۔ یہ ضرور کوئی اور ہے۔ لیکن کون؟

"یہ جو بھی ہے میرے صبر کو آزما رہا ہے۔ مجھے نہیں پتہ پر تم اپنے کانٹیکٹس کے ذریعے اس کا پتہ کرواؤ۔"شاہ میر ایک انفلیونسر تھا۔ اس کے جاننے والے ہر پیشے میں تھے۔ اس کے لئے فیورز دینا اور لینا بہت عام تھا۔

"جیسا آپ کہیں باس۔"تابعداری سے کہہ کر کال کاٹ دی گئی۔ ارحم نے سر ایک بار پھر درخت سے ٹکا دیا۔ نظریں دور تک پھیلے آفتاب کو دیکھ رہی تھیں۔ طلوع آفتاب ارحم کے پسندیدہ مناظروں میں سے ایک تھا۔ اس ابھرتے سورج کو دیکھ ارحم کی ذات سے جڑے اندھیرے کہیں غائب ہونے لگتے تھے۔ ہر دن کا

www.novelsclubb.com

آغاز اتنا خوبصورت ہوتا ہے،یہ بستر پہ اس وقت اوندھے منہ پڑے لوگوں کو کون بتائے۔

☆☆☆

"لنڈن"

گرین وچ کے پوش علاقے کو چھوڑ کر اگر ہم اسی کے ایک حصے پلمسٹڈ (Plumsted) کی طرف جائیں تو یہ علاقہ باقی شہر کے مقابل تھوڑا خستہ حال تھا۔ جرائم کی شرح قدرے زیادہ تھی اور سستے پرانے اپارٹمنٹس یہاں پائے جاتے تھے۔ رات کے اس پہر یہاں سڑکیں سنسان تھیں اور یہی وہ وقت تھا جب یہاں پہ آدھے سے زیادہ برائی سر اٹھاتی تھی۔

ایسے میں ایک پرانے اپارٹمنٹ کمپلیکس کا رخ کرو تو چھٹی منزل پہ ایک اپارٹمنت کی کھڑکی کھلی تھی۔ وہاں ایک مدھم سفید بتی جل رہی تھی۔ ادھر سے

www.novelsclubb.com

اندر جھانکو تو ایک کمرے جتنے اپارٹمنٹ میں کھڑکی کے ساتھ پڑے میٹرس پہ ایک وجود بیٹھا نظر آئے گا۔ہاتھوں میں لیپ ٹاپ لئے جس کی روشنی اس کے چہرے پہ پڑھ رہی تھی۔اس کے اطراف میں نظر دوڑاؤ تو ہر چیز بکھری ہوئی معلوم ہوگی۔فرنیچر کے نام پر صرف ایک میٹرس، ٹیبل اور چھوٹی سی فریج تھی۔ ٹیبل پہ مختلف قسم کی تاروں میں جکڑا ایک بڑا سا مانیٹر پڑا تھا۔آس پاس بڑے بڑے سپیکرز اور گیجٹس بے ترتیب انداز میں پڑے تھے۔دیواروں پہ کیبل وائرز لگی تھیں جو آکر ایک روٹر کے ساتھ کینیکٹ ہوتی تھیں۔دیوار گیر الماری کے پٹ کھلے تھے جہاں پہ کپڑے ایسے رکھے ہوئے تھے کہ پہلی نظر دیکھنے میں وہ ماؤنٹ ایورسٹ کا نقشہ پیش کرتی تھیں۔

ان سب سے بے نیاز وہ شخص اپنے کام میں غرق نظر آتا تھا۔گہری بھوری آنکھیں جو پہلی نظر میں سیاہ معلوم پڑتیں روشن تھیں۔چہرے پہ مدھم سی

مسکراہٹ تھی جو صرف تب ہی ابھرتی تھی جب وہ اپنے پہلے پیار کو وقت دیتا اور وہ پہلا پیار اور کوئی نہیں بلکہ اس کی گود میں پڑا وہ لیپ ٹاپ تھا جہاں اس کی انگلیاں کی بورڈ پہ کافی مہارت سے حرکت کر رہی تھیں۔

زیویئر اسٹیفن ارف سکار کی ساری دنیا اس ایک کمرے میں بند تھی۔ یہ الیکٹرانک ڈیوایسز اس کا کمفرٹ تھے۔ انہوں نے بچپن سے لے کر اب تک اس کے والدین اور بہن، بھائی کا کردار ادا کیا تھا۔ جہاں بچے اپنا وقت کھلونوں اور کھیلوں کو دیتے تھے، وہیں زیویئر نے مشینوں میں وہ وقت صرف کیا تھا۔

www.novelsclubb.com

اگر زیویئر اسٹیفن کے ماضی کا دروازہ کھولو تو خوبصورت بچپن کے خواب اور کھلکھلاتے بچے کی آوازیں ہوا میں تحلیل ہوتے دکھائی دیں گے۔ اور جو تمہارے سامنے ہو گا وہ ایک ایسی حقیقت ہو گی جس کا شکار کچھ ایسے نجس بچے ہوتے ہیں جن کی زندگی کا دوسرا نام آزمائش ہوتا ہے۔ انہیں بچوں میں سے

ایک وہ بھی تھا جس کی آدھی زندگی فوسٹر ہومز میں بقا کی جنگ لڑتے ہوئے گزری تھی۔ جو وقت بچے ماں کا چہرہ دیکھ کر گزارتے ہیں وہ وقت زیوئیر نے اپنی ماں کا اسے چھوڑ کر بھاگ جانے کے قصے سن کر گزارے تھے۔ اور جو گھڑیاں بچے اپنے باپ کے سائے میں بڑے ہو کر گزارتے ہیں وہ گھڑیاں اس نے اپنے باپ کو قتل کے کیس میں گرفتاری اور پھر جیل سے فرار پہ موت، دیکھ کر گزارے تھے۔

ایسے بچے کم عمری میں ہی خود پہ انحصار کرنا سیکھ لیتے ہیں۔ وہ بھی سیکھ گیا تھا۔ دوسروں سے توقعات اس نے کبھی رکھی ہی نہیں تھی۔ اگر انسانوں نے اسے کچھ سکھایا تھا تو وہ ٹیکنالوجی سے محبت تھی۔ ٹوٹی ہوئی الیکٹرانکس کو جوڑنا اور ان پہ کام کرنا اسے بے حد پسند تھا۔ وہ صرف گیارہ سال کا تھا جب اسے اس کے فوسٹر پیرینٹس نے ایک سیکنڈ ہینڈ لیپ ٹاپ تھمایا تھا۔ مختلف فورمز، چیٹ رومز اور یو

ٹیوب کے ذریعے اس نے اس وقت پروگریمنگ سیکھی تھی جس وقت بچے اسکولوں میں الجبرا کے سوال حل کر رہے ہوتے ہیں۔

تیرہ سال کی عمر میں اس نے پہلا کمپیوٹر پروگرام بنایا تھا جو اسکول کے نیٹ ورکس کے ایڈمن پاس ورڈز کو جانچتا تھا۔ چودہ سال کی عمر میں اس کے پاس اپنا وی پی این چین تھا،وہ اپنے آئی پی ایڈرس چھپاتا تھا۔ اور ایک بار اسی کے بہانے اپنے اسکول کے نظام میں داخل ہو گیا،پیسے کے بدلے ایک طالب علم کے ریکارڈ سے سزا مٹانے کے لئے۔ اس کا یہ عمل پکڑا ضرور گیا تھا لیکن کوئی اس تک نہیں پہنچ سکا تھا۔ پہنچنا آسان نہیں تھا۔ سولہ سال کی عمر میں اسے اپنا پہلا استاد ملا تھا۔ جیمز رابرٹ جن سے وہ گرے ہیٹ کمیونیٹی کے میسج بورڈ پہ ملا تھا۔ اگر ان سے اس نے کچھ سیکھا تھا تو وہ بس ایک چیز تھی۔

"بدعنوانوں کا استحصال، کمزوروں کا تحفظ،اور پوشیدگی اختیار کرنا۔"

www.novelsclubb.com

جیمز کے ذریعے زیویئر نے اس فیلڈ میں مزید مہارت حاصل کی تھی۔ اور آج وہ ایک Freelance penetration tester کے طور پہ کام کر رہا تھا۔ (وہ شخص جو خود مختار طور پر کام کرتا ہے اور کمپیوٹر سسٹمز، نیٹ ورکس، یا ویب سائٹس کی سیکیورٹی کو چیک کرتا ہے تاکہ ان میں موجود کمزوریاں تلاش کرے۔ اسے ہیکرز کی طرح سوچ کر سیکیورٹی کی خامیوں کو جانچنا ہوتا ہے تاکہ انہیں محفوظ بنایا جا سکے)۔ رات گئے وہ ڈارک چینلز پہ لاگ ان کرتا جہاں اسے اکثر بہت کام مل جایا کرتا تھا۔ اسے پیسے سے نہیں اپنے کام سے پیار تھا۔ اسے لوگوں پہ اعتبار نہیں تھا۔ اور یہی وہ وجہ تھی جس کی بنا پہ وہ آج بھی اس چھوٹے سے اپارٹمنٹ میں اپنی زندگی گزار رہا تھا۔

رات کے دوسرے پہر وہ اب بھی مصروف سا اپنا کام کر رہا تھا۔ آج کل وہ بس ایک پراجیکٹ پہ کام کر رہا تھا۔ پراجیکٹ کریسٹل۔ امل سے ہوئی آخری ملاقات

کے بعد وہ کچھ دنوں سے اس کا پورا ماضی کرید رہا تھا۔ امل کے دشمن تک پہنچنے کے لئے ضروری تھا وہ اس کی زندگی کے ہر پہلو سے واقف ہوتا۔ اپنے دشمن سے وہ شاید واقف تھی اور اب سکار بھی اس تک پہنچنا چاہتا تھا۔ امل کے بارے میں اب تک جتنا وہ جان گیا تھا اس نے امل کو اس کی نظروں میں بدل کر رکھ دیا تھا۔

ساتھ پڑی کولڈ کافی کا گھونٹ بھرتے وہ اب بھی امل کے بارے میں ہی کچھ ڈھونڈ رہا تھا جب اس کی ای میل آئی ڈی پہ ایک میل آئی تھی۔ یہ میل ایک الرٹ کی صورت میں آئی تھی۔ کسی نے اس کے برنر فون کو ٹریس کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ بے ساختہ مسکرایا۔ آنکھیں استہزائیہ انداز میں چھوٹی ہوئی تھیں۔ مسکرانے پہ اس کی تھوڑی سے کان کے لو تک جاتا نشان گہرا ہوا۔ یہ نشان اسے اٹھارہ سال کی عمر میں لگا تھا۔ اس چھوٹی سی عمر میں زیوئیر نے اپنے بہت سے دشمن بنا لئے تھے۔ اس کا کام ہی ایسا تھا۔ برائی کو ختم کرنے کی

www.novelsclubb.com

کوشش کرو تو وہ پہلے آپ کا گلہ دبوچ لیتی ہے۔اس نے بھی جب جب برائی کے ہاتھ کاٹنے کی کوشش کی بدلے میں اس کے پر کاٹ دیئے جاتے تھے۔

ایسے ہی جب اس نے پیسوں کے لئے ایک بڑے سرکاری اہلکار کے سیاہ کارناموں کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ تو اس پہ سٹریٹ اٹیک کروایا گیا۔ لڑائی کے دوران اسے برے طریقے سے زخمی کیا گیا۔اس کے چہرے پہ وہ زخم ایک انتباہ تھا۔ برائی کے آگے گھٹنے نہ ٹیکنے کی نشانی جس پہ اسے ناز تھا۔

زیوئیر نے ای میل پڑھتے ہی امل کو میسج کیا تھا۔اسے سگنل مل گیا تھا۔ کھیل اب دونوں طرف سے کھیلے جانے والا تھا۔

اس نیم روشن کمرے کو چھوڑ کر،اندھیری رات میں سفر کرتے ہوئے اگر تم دوبارہ گرین وچ کے پوش علاقے کی طرف آؤ تو ایک اس اپارٹمنٹ کی لائٹ آن ہوگی جہاں وہ اپنے کمرے میں بیٹھی ڈیکور کے لئے انٹیریر ڈیزائنز نکال رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

بیڈ پہ عین اس کے سامنے کیتھی بھی تھی۔ موبائل پہ ٹک ٹک انگلیاں چلاتے ہوئے وہ مصروف تھی۔ امل کے اچانک سے موبائل کے نوٹیفکیشن پہ امل نے ٹھہر کر میسج پڑھا۔ سکارنام سامنے جگمگا رہا تھا۔ اس کی چیٹ کھول امل اب اس کا میسج پڑھ رہی تھی۔

"The Game Begins."

بولڈ لیٹرز میں لکھی گئی اس کی سطر دیکھ کر امل مسکرائی تھی۔ سامنے بیٹھی کیتھی اسے کن اکھیوں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کی مسکراہٹ پہ وہ تھوڑا سا آگے جھکی۔ امل اب کچھ ٹائپ کر رہی تھی۔ سکارنام اوپر دیکھ کر کیتھی کی آنکھیں شرارت سے چمکی۔

"ایک میسج پہ اتنا مسکرا رہی ہو، آخر ماجرہ کیا ہے؟" انگریزی میں استفسار کرتے وہ اب اپنا موبائل بھلائے بیٹھی تھی۔ سامنے بیٹھی لڑکی کو تنگ کرنے میں جو مزہ تھا

وہ اپنے پسندیدہ انفلیونسر کی پوسٹ پہ تنقیدی کمنٹس کے جواب دینے میں کہاں تھا۔

کچھ نہیں، تم اپنا کام کرو۔"وہ میسج بھیج کر اب دوبارہ اپنے کام میں لگ گئی تھی۔ کیتھی نے آنکھیں گھمائیں جیسے اس کے نظر انداز کرنے پہ افسوس کیا ہو۔ آخر جو سی گا سپس کا اس لڑکی کو شوق کیوں نہیں تھا۔

"ایسے تو نہیں تم لوگوں کے میسج پہ مسکراتی ہو۔ کچھ تو ہے اس سکار میں جو تم مجھے نہیں بتا رہی۔"اپنی بیسٹ فرینڈ کے ہر راز سے وہ واقف ہونا چاہتی تھی لیکن امل ایک بنا چابی کے تالے والی وہ کتاب تھی جسے کھولنا ہی اتنا مشکل تھا کہ اسے پڑھنا تو بس ایک خواب لگتا تھا۔

"کچھ بتانے والا ہے ہی نہیں۔ اور تم اسے چھوڑو اب مجھے اس ڈیزائن کو دیکھ کر بتاؤ اس میں مزید کیا چینجز کرنے چاہئے مجھے۔"امل اس کا دھیان بھٹکا چکی تھی۔ سکار

www.novelsclubb.com

کے بارے میں وہ کسی کو کچھ نہیں بتانا چاہتی تھی۔ یہ اس کے اور سکار کے تعلق کی پہلی شرط تھی۔ رازداری۔

اگر واپس اس اندھیرے کمرے کی طرف آؤ تو سکار کے موبائل میں کرسٹل نام جگمگایا تھا۔

“Level 1: The Target unlocked.”

سکار کی آنکھیں چمکی۔ بلآخر کھیل میں پہل ہو گئی تھی۔ مزہ تو اب آنا تھا۔

☆☆☆

www.novelsclubb.com

"اسلام آباد"

گرلز کالج کے وسیع و عریض گراؤنڈ میں اس وقت کافی رش تھا۔ قطار در قطار کرسیوں پہ طلبہ بیٹھے آپس میں خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ آئرہ اور ملیشا بھی

انہیں لوگوں میں تھیں۔ان سب کے بالکل سامنے ایک سٹیج بنایا گیا تھا جس کے اوپر وڈیم کے پیچھے کوئی کھڑا تھا۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔"زین عباس کی آواز نے سارے میں خاموشی کو آمد دی تھی۔ہلکے آسمانی رنگ کی شلوار قمیض پہنے،ایک مٹھی جتنی داڑھی رکھے وہ تیس، پینتیس کے قریب لگتے تھے۔سر پہ سفید ٹوپی تھی اور ان کی وہ گندمی رنگت اور بھوری آنکھیں دھوپ پڑنے پہ چمک رہی تھیں۔چہرے پہ نرم سی مسکراہٹ تھی۔

www.novelsclubb.com

"مجھے امید ہے یہاں موجود تمام لوگوں پہ اللہ کا خاص کرم ہو گا۔"وہ ہاتھ میں مایئک لئے اب پوڈیم کے پاس سے ہٹ گئے تھے۔ایک ہاتھ پیچھے کمر پہ رکھے وہ اب ساتھ ساتھ چکر لگا رہے تھے۔

"ویسے تو میرا تعارف آپ لوگوں کو پتہ لگ ہی گیا ہو گا لیکن ایک بار میں خود بھی آپ لوگوں کو بتانا چاہوں گا۔ میں ہوں زین عباس۔ ایک مسلم سکالر۔" ان کی بات پہ کئی لڑکیوں نے چہرے موڑ کر ایک دوسرے کے کانوں میں سرگوشیاں کی تھیں۔ مسلم سکالر مطلب اب اس گرمی میں دو گھنٹے نماز روزے پہ لیکچر۔ اچانک ہی وہاں آئرہ سمیت بہت سے چہروں کی جوت بجھ گئی تھی۔

"یہ تو میرے تعارف سے ہی کافی چہروں پہ مایوسی در آئی ہے۔ اب اگر میں بات کرنا شروع کروں گا تو آپ لوگ کہیں اٹھ کر ہی نہ چلے جائیں۔" ان کی آواز میں مصنوعی پریشانی تھی۔ طالبات کی مسکراہٹیں واپس آ گئی تھیں۔ سامنے کھڑے شخص کا حس مذاق اچھا تھا، یعنی آج کا لیکچر اتنا بورنگ نہیں ہونے والا۔

www.novelsclubb.com

"دیکھاجائے تو آپ لوگوں کا ریکشن نیا نہیں تھا۔اس نام پر اکثر مجھے یہی دیکھنے کو ملتا ہے۔ قصور آپ لوگوں کا نہیں ہے۔دین سے دوری اکثر ایسے ہی رد عمل دکھاتی ہے۔"وہ سٹیج کے عین وسط میں کھڑے تھے۔

"آج میں یہاں بات نماز،روزہ،زکوٰۃ کی نہیں کروں گا۔یہ تو بہت آگے کی چیزیں ہیں۔ آج میں بات ہماری کروں گا۔ میری اور آپ کی۔اور میں چاہوں گا کہ اس لیکچر کے بعد یہ ایک لفظ آپ سب اپنے دل و دماغ میں بٹھالیں۔یہ وہی لفظ ہے جس کا ذکر میں کرنے والا ہوں۔وہ جو ہم سب سے جڑا ہے۔ہمارا نفس۔"

نشستوں پہ بیٹھے طلبات،کالج کی دیواریں اور گراؤنڈ میں موجود سبزہ،سب یکسوئی سے انہیں سن رہے تھے۔

www.novelsclubb.com

"نفس کیا ہے؟ کیا کوئی جانتا ہے؟" وہ اب سٹیج پہ آلتی پالتی مار کے بیٹھے تھے۔ مائیک منہ کے سامنے کئے جواب کے منتظر تھے لیکن سامنے سے کوئی جواب نہیں آیا تھا۔ اگر کسی کو آتا بھی ہو تو یہ لو کانفیڈنس جواب دینے نہیں دیتا تھا۔

"خیر ہے اگر آپ کو صحیح سے نہیں بھی پتہ۔ میں بس یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ لوگوں کے دماغ میں کیا آتا ہے اسے سن کر۔" ایک ہاتھ اپنی داڑھی میں پھیرتے انہوں نے بچیوں کی ہمت باندھنی چاہی۔

"نفس مطلب انسان خود؟" دوسری قطار میں بیٹھی ایک طلبہ نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ زین عباس سمیت تمام لوگ اب اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ سب کی توجہ خود پہ دیکھ کر اس نے فوراً ہاتھ گرا دیا۔

"بالکل درست مجھے یقین ہے آپ سب کے ذہنوں میں بھی یہی آیا ہو گا۔ لیکن اگر میں آپ کو اس کا لفظی مطلب بتاؤں تو عربی میں یہ سانس کے لئے استعمال ہوتا

www.novelsclubb.com

ہے۔ اور کیونکہ سانس زندگی کی علامت ہے تو اس لئے لفظی طور پر اس کا مطلب جان، روح یا وجود بھی ہے۔ پر اس کو مزید پڑھا جائے تو وقت کے ساتھ نفس کو انسان کی باطنی ذات، احساسات، خواہشات اور انا کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔ ایسے میں ہم اس ایک لفظ کے کئی مطلب نکالتے ہیں جو ایک دوسرے سے جڑے ہیں۔ "وہ ٹھہر ٹھہر کے بات کرنے والوں میں سے تھے۔ ہر سطر کے بعد وہ وقفہ لیتے۔

"اب جیسے ایک انسان کے کئی پہلو ہوتے ہیں اسی طرح ہمارے نفس کی بھی کئی قسمیں ہوتی ہیں۔ جن کا ذکر قرآن میں کیا گیا ہے اور انہی کے بارے میں آج میں آپ کو بتانے والا ہوں۔" ہر کوئی عدم توجہی سے انہیں سن رہا تھا۔ مسکراہٹ ان کے چہرے سے ایک لمحے کو بھی جدا نہیں ہوئی تھی۔

www.novelsclubb.com

"پہلا درجہ ہے نفسِ اَمارہ۔ یہ وہ نفس ہے جو انسان پر حکمرانی کرتا ہے، یعنی انسان پر غالب آجاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نفس ہمیں حکم دیتا ہے اور ہمیں بتاتا ہے کہ کیا کرنا ہے۔ جب نفس کی کوئی خواہش، کوئی ارمان، کوئی طلب پیدا ہوتی ہے تو وہ ہمیں حکم دیتا ہے اور ہم اس کے ماتحت ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی کا نفس اَمارہ ہو تو اس کا مطلب ہے کہ انسان نفس کا غلام بن چکا ہے، اس کے احکامات پر چلتا ہے، اس کی ہر بات مانتا ہے۔ اس درجے کی علامت یہ ہے کہ انسان کھلے عام، جان بوجھ کر، بلا جھجک اور بلا ندامت گناہ کرتا ہے، جب جی چاہے جیسے چاہے۔"

آئرہ اس وقت نور لعین کے ساتھ تھی جب اسے نصرت اور نور لعین کے آپسی تناؤ کا پتہ چلا تھا۔ کچھ دنوں سے ان دونوں میں ویسے ہی کھٹ پٹ چلتی رہتی تھی جس کا فائدہ اس نے اٹھانا ضروری سمجھا۔ آخر اپنی تائی کی طرف اس کے ویسے بھی بڑے حساب نکلتے تھے۔

"آپ کو پتہ ہے نور چچی ابھی اس دن میں نے تائی امی کو آپ کے بارے میں کچھ کہتے سنا تھا لیکن اب سمجھ نہیں آرہی آپ سے کہوں یا نہیں۔"اس کی آواز میں ڈھیروں معصومیت تھی، جیسے اسے بات کرنا برا لگ رہا ہو لیکن کرنا بھی ضروری ہو۔

"کیوں کیا کہہ رہیں تھی وہ؟"نور لعین کا تو مانو پورا جسم کان بن گیا تھا۔اپنے بارے میں کسی سے کوئی بات سننے کا ویسے ہی انسان کو بڑا تجسس ہوتا ہے۔

"یہی کہ آپ سارا دن باہر گھومتی رہتی ہیں۔نہ خود گھر رہتی ہیں نہ عنایہ کو گھر رکھتی ہیں ایسے جیسے گھر والے آپ کو پسند ہی نہ ہوں۔اور باہر بھی پتہ نہیں احمد چاچو کی غیر موجودگی میں کہاں کہاں جاتی ہیں۔"وہ گردن جھکا کر بات کر رہی تھی ایسے جیسے اسے کہتے ہوئے ہی شرم آرہی ہو اور نور لعین سرخ چہرہ لئے اسے دیکھ رہی تھیں۔ان کے کانوں سے تو جیسے دھوئیں نکل رہے تھے۔کوئی ان کے

www.novelsclubb.com

بارے میں ایسے گھٹیا بات کہہ سکتا ہے وہ بھی ان کے اپنے گھر کا فرد۔ان کا بس نہیں چل رہا تھا ابھی جا کر نصرت سے جواب لیں۔

اس کے بعد شام میں جوان دونوں کا دنگل ہوا، آئرہ نے محظوظ ہوتے ہوئے اپنے کمرے میں جا کر ملیشا کو بتایا تھا۔

"تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا آئرہ۔"ملیشا کو اس کی یہ حرکت بری لگی تھی۔

"تمہیں نہیں پتہ ملی، تائی امی اس دن اپنی کسی دوست سے ماما کے بارے میں کیا کیا کہہ رہی تھیں۔اب اتنا تو میرا بنتا ہے نہ اور میں نے کون سا جھوٹ بولا ہے، بس بات کو تھوڑا سا بڑھا کر ہی تو بیان کیا تھا۔"اپنے کئے پہ اس ندامت نہیں بلکہ خوشی تھی۔اس کا نفس اسے دلیلیں دے رہا تھا اور وہ اس کی مان رہی تھی۔ گناہ کر کے چرچا کرنا اسے اچھا لگا تھا۔

www.novelsclubb.com

"دوسری قسم کا نفس نفسِ لوَامہ کہلاتا ہے۔ "لوّام" کا مطلب ہے خود کو ملامت کرنا، خود پر الزام لگانا، اپنے نفس کو کوسنا۔ یہ وہ نفس ہے جو کبھی انسان کو گناہ کی طرف لے جاتا ہے، لیکن پھر وہی نفس خود کو ملامت کرتا ہے، برا بھلا کہتا ہے، احساسِ جرم پیدا کرتا ہے۔ یہ احساسِ جرم اتنا بڑھ جانا چاہیے کہ انسان اس گناہ کو چھوڑ دے کیونکہ وہ اس پر شرمندہ ہوتا ہے۔ اس نفس کی علامت یہ ہے کہ جب انسان کوئی گناہ کرتا ہے تو اسے پشیانی ہوتی ہے، افسوس ہوتا ہے، شرمندگی اور ندامت محسوس ہوتی ہے، دل چاہتا ہے کہ کاش یہ کام نہ کیا ہوتا، کاش وقت واپس آجائے، اور وہ ارادہ کرتا ہے کہ آئندہ ایسا نہیں کرے گا۔ یہ دراصل اپنے نفس کے ساتھ ایک جنگ کی کیفیت ہوتی ہے۔ کبھی انسان گناہ کر بیٹھتا ہے اور کبھی اس سے بچنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔"

www.novelsclubb.com

ملیشا آج سامیہ اور زاہرہ کے ساتھ لنچ بریک میں باہر گراؤنڈ میں بیٹھی تھی۔ آج آئرہ کالج نہیں آئی تھی تو وہ ان کے ساتھ آ کر بیٹھ گئی۔

"یار مجھے یہ حیا اتنی بری لگتی ہے نہ کہ بس۔" زاہرہ اسے اپنے سامنے سے گزرتی حیا کے بارے میں بتا رہی تھی جو اپنی دوست کی کسی بات پہ ہنس رہی تھی۔

"کیوں اس نے کیا کر دیا اب؟" سامیہ نے ہاتھ میں پکڑا جوس ملیشا کی طرف بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

"تم لوگ نہیں جانتے اس کے بارے میں کیسی کیسی باتیں مشہور ہے۔" اس نے ڈرامائی وقفہ لیا۔ پھر تھوڑا سا آگے کو جھکی۔ "میں نے سنا ہے کہ یہ اکثر گھر سے کالج کا کہہ کر آتی ہے لیکن پھر کالج سے کسی نے اس کو ایک لڑکے کے ساتھ بائیک پہ کہیں جاتے دیکھا ہے کئی بار۔ اور تو اور دیکھو کیسے گھر سے عبایہ میں آتی ہے اور یہاں آ کر دوپٹہ بھی اس کے سر پہ نہیں ہوتا۔"

www.novelsclubb.com

"پھر تو یہ حیا نہیں بے حیا ہوئی۔"سامیہ اب حیا کو انہی نظروں سے دیکھ رہی تھی جن سے پہلے زاہرہ۔ ملیشا خاموشی سے ان کی باتیں سنتی رہی اسے ان کا حیا کے بارے میں ایسے باتیں کرنا برا لگا تھا لیکن اس نے کچھ نہیں کہا۔ غیبت وہ گناہ تھا جس کے بارے میں اس کا دل اسے ہمیشہ ملامت کرتا تھا لیکن وہ اس محفل سے اٹھ کر بھی نہیں جاتی۔ آخر اس کے دوست اس کے بارے میں کیا سوچیں گے۔

"قرآنِ کریم میں نفس کا تیسرا استعمال نفسِ مُطمئنہ کے طور پر آیا ہے۔ مطمئن کے یہاں دو معنی ہیں۔ پہلا یہ کہ یہ نفس اللہ تعالیٰ کے حکم پر مطمئن ہوتا ہے، اور اللہ کے حکم کے سوا کسی چیز سے خوشی نہیں پاتا۔ یہ انسان وہی کام کرتا ہے جو اسے خوشی دے، مگر اس کی تربیت، ڈھلائی اور ضبطِ نفس اس درجے تک ہو چکی ہوتی ہے کہ اس کے لیے سکون اور اطمینان کا واحد ذریعہ وہی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند اور خوش کرنے والی ہو۔ اس کے دل کا اطمینان صرف اس میں ہوتا ہے

www.novelsclubb.com

جس پر اللہ راضی ہو۔"زین نے ہاتھ کے اشارے سے سٹیج کے پاس کھڑے لڑکے کو بلایا جو پانی کی ایک بوتل لئے ان کی طرف آیا تھا۔ایک ہی سانس میں آدھی بوتل پی کر انہوں نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔

"دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ ایک مطمئن اور پر سکون حالت کو پہنچا ہوا نفس ہے۔ یہاں سکون سے مراد یہ ہے کہ یہ گناہ سے بھی امان اور اطمینان پا چکا ہے اور گناہ کی خواہش سے بھی۔اس میں خواہشات موجود ہیں کیونکہ نفس کا کام ہی خواہش کرنا ہے مگر اب یہ صرف نیک اور جائز چیزوں کی خواہش کرتا ہے۔اس کی علامت یہ ہے کہ یہ نہ صرف گناہ نہیں کرتا بلکہ گناہ کی چاہت بھی ختم ہو جاتی ہے۔اس کی تمام خواہشات صرف ان چیزوں کے لیے رہ جاتی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں اور وہ ان چیزوں کی خواہش سے رک جاتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتے ہیں۔"

"لیکن نفسِ مُطمئنہ تک پہنچنا تو بہت مشکل ہے سر۔"سامعین میں سے کسی نے اپنے خدشے کا اظہار کیا۔زین عبس اپنی جگہ پہ کھڑے ہو گئے۔

"بالکل مشکل تو ہے لیکن نا ممکن نہیں۔ہم میں سے بہت سے لوگ بہت سارے گناہ کرتے ہیں۔ہمارے پاس اپنے ہر گناہ کی وضاحت پہلے سے موجود ہوتی ہے ۔لیکن جس دن وہ وضاحتیں ختم ہو گئیں اس دن آہستہ آہستہ دل سے اس گناہ کی چاہ بھی ختم ہو جائے گی۔اور جب چاہت ہی نہیں رہی تو گناہ کیسا۔"ان کی بات پہ سب میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئی۔

www.novelsclubb.com

"جیسے ہم پہلے لیول کے بعد دوسرے لیول پہ جاتے ہیں بالکل اسی طرح ہمارے نفس کے بھی تین لیول ہوتے ہیں۔جب تک پہلے کو پار نہیں کریں گے تب تک اگلے لیول تک نہیں جا سکیں گے۔"وہ اب دوبارہ پوڈیم کی طرف جا رہا تھا۔آج کے لیکچر کا سلسلہ اب ختم ہونے کے قریب تھا۔

"میں چاہوں گا کہ آج یہاں سے جاتے ہوئے آپ سب یہ سوچ کر جائیں کہ آپ میں سے کون نفس کے کس درجے پر ہے۔ اپنے سفر کو شروع کرنے سے پہلے ضروری ہے آپ کو پتہ ہو آپ کس جگہ کھڑے ہیں۔ یہ سفر آسان نہیں ہے اسی لئے تو جہاد بالنفس کو سب سے مشکل جہاد کہا گیا ہے۔ یہ وہ جہاد ہے جو ہم خود سے کرتے ہیں اور جب تک یہ سانس چلتی رہے گی تب تک کرتے رہیں گے۔ یہاں جیت بھی آپ کی اور ہار بھی آپ کی۔ فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے کہ آپ کو کیا قبول ہے۔" انہوں نے جب بات مکمل کی تو ہر سو خاموشی چھا گئی۔ سب ابھی بھی ان کی آواز کے سحر میں تھے۔ زین عباس کا ایک ایک لفظ انہیں اپنے اندر تک اترتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ الوداعی کلمات کہہ کر جب وہ سٹیج سے اترنے لگے تو اس سے قبل تالیوں کے شور نے انہیں خدا حافظ کہا تھا۔ وہاں سے جاتے ہوئے طلبات کے وہ چہرے نہیں تھے جن سے وہ یہاں آئے تھے۔ سب ہی کے

دماغوں پر ایک نئی گتھی الجھ گئی تھی جسے سلجھانے کی سعی وہ سب کرنے کو تیار تھے۔

دیکھا جائے تو نفس کی مثال اس جنگی گھوڑے کی طرح ہے جسے آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہ دوڑتے دوڑتے کھائی میں گر جاتا ہے مگر اگر قابو میں ہو تو آپ کو آپ کی منزل تک پہنچا دیتا ہے۔ اس کہانی کا ہر کردار اپنے نفس کے ساتھ اس جنگ میں شامل ہونے کو تیار تھا۔ کیا آپ بھی ہیں؟

☆☆☆

www.novelsclubb.com

ملک ہاؤس پہ شام اترنے کو تیار تھی۔ ہوائیں سرد ہونے لگی تھیں اور آسمان ہلکا گلابی ہو رہا تھا۔ باہر کے سکون کے برعکس گھر کے اندر ہمیشہ والی گہما گہمی تھی۔ بچے سارے اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے اور گھر کے بڑے عابدہ محبوب کے کمرے میں محفل لگائے بیٹھے تھے۔ سلیم ملک کی واپسی کے دن قریب آنے

کو تھے تو شام کی چائے کے وقت وہ سب اکثر ایسے ہی عابدہ کے کمرے میں وقت گزارنے آتے تھے۔ آج بھی عابدہ محبوب کی تینوں اولادیں اور ان کی بیویاں ان کے ساتھ بیٹھی تھیں۔ گرما گرم چائے اور سموسے کی خوشبو نے کمرے کو معطر کیا ہوا تھا۔

"سلیم بچے واپسی کس دن کی ہے؟"عابدہ پیلے رنگ کا جوڑا زیب تن کئے،ایک ہاتھ میں چائے کا کپ لئے بیڈ پہ بیٹھی تھیں۔ان کے ساتھ ہی سلیم ملک بھی تھے،سرمئی رنگ کی شلوار قمیض پہنے ہمیشہ کی طرح وجیہہ لگ رہے تھے۔

www.novelsclubb.com

"کل والے جمعرات کو چھوڑ کر اگلے کو امی۔"

"اس بار تو تمہارا کام بھی زیادہ ہو گا۔اسد کی کمپنی بھی جا کر دیکھنی ہے نہیں؟"نوید خاموش طبیعت لوگوں میں سے تھے لیکن جب بولتے تو ہمیشہ نرم لہجہ لئے بات کرتے۔ان کی آواز سلیم ملک جیسی بھاری اور رعب دار نہیں تھی پر ان کے

بولنے پر سب خاموش ہو جاتے۔ گھر کے بڑے بیٹے کے آگے کوئی ویسے ہی کہاں بولتا تھا۔

"جی بھائی اسی لئے تھوڑا جلدی بھی جا رہا ہوں ورنہ میرا ارادہ اس بار ایک مہینہ مزید رکنے کو تھا۔" انہوں نے واقعی اس بار لمبی چھٹی کا سوچا ہوا تھا لیکن خیر اب کیا کر سکتا ہے کوئی۔

"ویسے بھائی جان آپ نے کہا تھا اس بار ہم گاؤں میں ہماری زمینوں کی طرف ایک چکر لگائیں گے۔ میں اور نوید بھائی انہیں کب سے بیچنے کا سوچ رہے تھے لیکن آپ فارغ ہی نہیں ہوئے کہ آپ کے ساتھ جاتے۔" احمد صوفے پہ نور کے ساتھ بیٹھے تھے۔ گھر میں وہ خود کام کی وجہ سے کم ہی ہوتے تھے اس لئے ان تینوں بھائیوں کا اکھٹا ہونا مشکل ہوتا تھا۔

www.novelsclubb.com

"ہاں احمد لیکن ابھی ایک ہفتہ ہے، تم جس دن فارغ ہو بتانا، ہم تینوں ساتھ چلے جائیں گے۔" ان کی بات مکمل ہوئی تو نوید کو کال آ گئی۔ وہ معذرت کرتے ہوئے کمرے سے نکلے تھے۔ ان کے جاتے ہی نصرت نے اپنی چائے کا کپ ٹیبل پہ رکھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن نوید کی غیر موجودگی میں کیونکہ جانتی تھی اگر وہ ہوتے تو انہیں فوراً ٹوک دیتے لیکن اب بس ان سے مزید خاموش نہیں رہا گیا۔

"بھائی صاحب وہ آپ سے ایک بات کرنی تھی۔ ابھی سب یہاں ہے تو سوچ رہی ہوں سب کے سامنے ہی کر لوں۔" نصرت کی آواز پہ سب کی نظریں ان پہ ٹھہر گئی۔

"جی بولیں بھابھی کیا ہوا؟" سلیم ملک نے انہیں تذبذب کا شکار دیکھ کر پوچھا۔ نصرت ماجد جھجکنے والوں میں سے نہیں تھیں۔ پر ابھی انہیں ایسے دیکھ وہاں موجود تمام افراد کو حیرت ضرور ہوئی۔

www.novelsclubb.com

"وہ میں نے ویسے تو نوید سے کہا تھا کہ یہ بات آپ سے کریں پر وہ نہیں کر رہے تھے تو میں نے سوچا میں ہی کر دوں۔"

"ہاں پر بات ہے کیا؟"عبادہ کے سوال پہ وہ لمحے بھر کو ٹھہری۔ پھر ہمت مجتمع کر کے بالآخر ان کے دل کی بات زبان پہ آ ہی گئی۔

"وہ میں حسام کے لئے آئرہ کا رشتہ مانگنا چاہتی ہوں۔"بات تھی یا زہر حلیمہ صداقت کا حلق اندر تک کڑوا ہو گیا تھا۔ وہ دم بخود سی انہیں دیکھ رہی تھیں۔ ان کے ساتھ بیٹھے سلیم ملک کے تاثرات بھی زیادہ مختلف نہیں تھے۔

www.novelsclubb.com

"بھابھی؟"ان پہ تو جیسے حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹے تھے۔ حسام اور آئرہ؟ یہ جوڑ انہوں نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا۔

"جی بھائی صاحب آپ خود دیکھ لیں،حسام اپنے گھر کا بچہ ہے اور پھر آئرہ بھی مجھے کتنی پیاری ہے،اپنی بیٹیوں کی طرح پالا ہے میں نے اسے۔"(اگر یہاں آئرہ ہوتی تو اسے چار سو چالیس واٹ کا جھٹکا لگنا تھا۔)

"پر۔۔"ابھی سلیم ملک کچھ بولنے ہی والے تھے کہ حلیمہ فوراً سے اپنی جگہ سے اٹھیں

۔

"نہیں۔ ہمیں یہ رشتہ کسی صورت قبول نہیں ہے۔"ان کا چہرہ سرخ پڑ رہا ہوتا ہے ۔حسام کے ساتھ اپنی بیٹی کا سوچ کر ہی ان کے خون میں ایک ابال سا آگیا تھا۔

www.novelsclubb.com

"اچھا حلیمہ بیٹھ کے بات کرتے ہیں نہ۔"سلیم ملک انہیں ایسے دیکھ کر پریشان ہوئے تھے۔ ٹھیک ہے بے شک یہ بات ان کے لئے بھی عجیب تھی،حسام انہیں بہت پیارا تھا پر داماد کی شکل میں انہوں نے اسے کبھی نہیں سوچا تھا۔

"آپ نہیں سمجھ رہے میں مر جاؤں گی لیکن اپنی بیٹی کا رشتہ یہاں نہیں ہونے دوں گی۔"اس کمرے میں اب ان کا دم گھٹ رہا تھا۔وہ یہاں سے نکلنا چاہتی تھی۔

"حلیمہ کیا ہو گیا ہے تمہیں؟سلیم کہہ رہا ہے نا اس بارے میں بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔"عابدہ کو ان کا یہ رد عمل کوئی خاص پسند نہیں آیا تھا۔غصہ تو انہیں ویسے نصرت پہ بھی تھا کہ یہ بات سب کے سامنے کرنے سے پہلے ان سے کرنی چاہئے تھی۔

"امی جی اس معاملے میں بات کرنے والا کچھ ہے ہی نہیں۔مجھے یہ رشتہ نہیں قبول تو بات ختم۔"حلیمہ کو ایسے جذباتی ہوتا دیکھ سلیم نے نور کو اشارہ کیا کہ وہ انہیں کمرے سے باہر لے جائے۔تھوڑی دیر میں وہ دونوں کمرے سے چلی گئی تھیں۔پیچھے موت کی سی خاموشی تھی۔نوید ملک جب واپس کمرے میں آئے تو انہیں کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا۔

www.novelsclubb.com

"یہاں کیا ہوا ہے؟"ان کی نظر نصرت پہ پڑی تو نصرت کا چہرہ سرخ انگارہ ہو رہا تھا۔ایسی ذلت؟انہیں یقین تھا کہ حلیمہ کو اعتراض ہو گا پر وہ ایسا ردعمل دیں گی یہ انہوں نے کبھی نہیں سوچا تھا۔

"نوید،نصرت تم لوگوں کے دل میں ایسی اگر کوئی بات تھی تو پہلے مجھ سے کرتے۔ ایسے سب کے سامنے تماشا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"عابدہ کی بات نے انہیں پہلے تو الجھن میں ڈالا اور پھر جب انہوں نے سلیم کا چہرہ غور سے دیکھا تو سارا ماجرہ سمجھ گئے تھے۔اف ان کی بیوی نے یہ کیا کر دیا تھا۔اسی دن کے لئے تو انہوں نے اسے منع کیا تھا۔

"سلیم میری بات۔۔۔"وہ اب اپنے بھائی کے سامنے آئے تھے جو اپنی جگہ کھڑے ہو گئے۔

www.novelsclubb.com

"اس بارے میں بعد میں بات کریں گے بھائی۔" وہ انہیں دیکھے بغیر کمرے سے باہر چلے گئے تھے۔ ان کے جاتے ہی نوید نے غصے سے اپنی بیوی کو دیکھا جو ابھی بھی بت بنی بیٹھی تھی۔

"میں نے تم سے کہا تھا نصرت کہ یہ بات یہاں کرنے والی نہیں ہے پھر؟" وہ کیسے ضبط کر رہے تھے یہ صرف وہ جانتے تھے۔ سلیم کے چہرے کے وہ تاثرات ان کے ذہن میں بیٹھ گئے تھے۔

"میں نے تو بس۔۔"

www.novelsclubb.com

"بھابھی یہ بات آپ کو پہلے اکیلے میں امی سے کرنی چاہئے تھی۔ ایسے فیصلے گھر کے بڑے کرتے ہوئے اچھے لگتے ہیں۔" احمد نے تمام تر ادب و لحاظ کو ایک طرف رکھ کر کہا تھا۔ بات گھر کی تھی وہ خاموش نہیں رہ سکتے تھے۔

"لیکن میں نے ایسی کوئی بڑی بات تو نہیں کہہ دی ناں۔ کیوں امی جی آپ بتائیں کیا میں نے کچھ غلط کہا تھا؟" وہ اب اٹھ کر عابدہ کے پاس آ کر بیٹھی تھیں۔ اپنے تئیں انہوں نے کئی وضاحتیں اور دلیلیں سوچ رکھی تھی۔

"غلط بات نہیں تھی پر مجھے اپنے ارادوں سے بے خبر رکھنا غلط تھا۔ تم پہلے مجھے بتاتی میں اکیلے میں سلیم سے بات کرتی۔ ایسے سب کے سامنے۔۔"

"آپ لوگ کوئی غیر تو نہیں ہے۔ اور بات میرے اپنے بچوں کی تھی۔ کیا میں وہ بھی سب سے نہیں کر سکتی۔" دکھ کے جال ماتھے پہ سجائے وہ ہمدردی بٹورنے کی پوری کوشش کر رہی تھیں۔

"تم بھول رہی ہو کہ آئرہ حلیمہ کی بیٹی ہے۔ اگر آج تم نے حلیمہ سے اپنے تعلقات درست رکھے ہوتے تو تم رشتہ مانگتے ہوئے اچھی بھی لگتی۔" نوید وہی بات دوبارہ دہرا رہے تھے جو وہ بار بار نصرت کو سمجھاتے آئے تھے۔ یہ بات تو سارا گھر جانتا تھا

www.novelsclubb.com

کہ نصرت نے ہمیشہ حلیمہ کو اپنے سے کم تر سمجھا تھا۔ ہر چیز میں اس سے حساب رکھا۔ الگ پورشن کے باوجود اس کے سکون میں خلل ڈالنے سے کبھی بعض نہیں آئی۔ حلیمہ خوبصورت تھیں، پڑھی لکھی بھی اور اسی بات کی حسد انہیں اندر سے کھائے جاتی تھی۔

"وہ بھائی صاحب کی بھی بیٹی ہے۔ اگر میری جگہ آپ نے بات کی ہوتی تو ایسا نہ ہوتا۔ پر مجھے نہیں پتہ میرے حسام کے قابل اگر کوئی لڑکی ہے تو وہ آئرہ ہے بس۔" ان کا انداز اٹل تھا۔ انہوں نے پہلے کب ہار مانی تھی جو اب مانتی۔

www.novelsclubb.com

ان لوگوں کو اگر یہیں چھوڑ کر دوسرے پورشن کی طرف آؤ تو حلیمہ بستر پہ بیٹھی اپنا سر نفی میں ہلا رہی تھی۔ آنسو ان کے رخسار پہ گر رہے تھے۔

"جو بات۔۔۔ جو بات میں سوچ بھی نہیں سکتی وہ نصرت باجی نے اتنی آسانی سے کیسے کہہ دی۔" وہ اکھڑے ہوئے سانس کے بیچ کہہ رہی تھی۔ گال اور ناک

سرخ ہو رہے تھے۔ سلیم ملک پریشان سے کمرے میں یہاں سے وہاں ٹہل رہے تھے۔

"حلیمہ تمہیں اس طرح کا شدید رد عمل نہیں دینا چاہئے تھا۔ بھابھی نے بس ایک بات کی تھی۔" وہ پریشان تھے بے شک لیکن انہیں حلیمہ پہ غصہ بھی تھا۔ ایسے سب کے سامنے اس بات کو بڑھانا نہیں چاہئے تھا۔

"آپ سن رہے ہیں انہوں نے کیا کہا؟ حسام اور آئرہ؟ میں اس کا نام بھی اپنی بیٹی کے ساتھ نہیں جوڑنا چاہتی اور آپ۔" ان کی آواز بلند ہوئی تھی۔

www.novelsclubb.com

"آخر تمہیں حسام سے کیا مسئلہ ہے؟ میں کتنے سالوں سے دیکھ رہا ہوں تم اس سے کھچی کھچی سی رہتی ہو۔ آخر ایسا کیا ہوا ہے۔" وہ اب انہیں ایسے دیکھ زچ ہو رہے تھے۔ ہاتھ غصے سے بالوں میں پھیرا۔ پھر چل کر ان کے ساتھ آ بیٹھے۔

"آپ گھر ہی کب ہوتے ہیں کہ آپ کو کچھ پتہ ہو۔"انہوں نے اپنا چہرہ سلیم ملک کی طرف سے موڑ لیا۔ آنسو اسی روانی سے گر رہے تھے۔ وہ ایسی ہی تھیں، بہت جلدی جذباتی ہونے والی۔

"پھر وہی بات۔ میں تم سے کیا کہہ رہا ہوں اور تم کیا کہہ رہی ہو۔"وہ بہت مشکل سے اپنی آواز بلند ہونے سے روک رہے تھے۔ بچے اوپر ہی تھے۔ ان تک آواز پہنچنے کے ڈر سے۔

"آپ نہیں سمجھیں گے۔ سارا مسئلہ ہی یہی ہے۔ اگر آپ اپنے بچوں سے اتنے غافل نہ ہوتے تو آپ کو پتہ ہوتا کہ ان کی زندگیوں میں کیا چل رہا ہے۔ لیکن اب بس اور نہیں۔ میں ان کی ماں ابھی زندہ ہوں اور میں اپنے بچوں کی زندگی کے لئے کوئی برا فیصلہ نہیں لوں گی۔"وہ کہہ کر چلی گئی۔ سلیم ملک پیچھے سر ہاتھوں میں دیئے بیٹھے رہے۔ ایک طرف ان کا بھائی تھا اور دوسری طرف بیوی۔ بچوں

www.novelsclubb.com

سے تو انہوں نے کچھ پوچھا ہی نہیں تھا۔جانے سے پہلے وہ کم از کم یہ سب نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔

ان سب سے بے نیاز تیسری پورشن پہ آؤ تو آئرہ اور فصیح کسی بات پہ لڑ رہے تھے۔ ہادی، مصعب اور عنایا بھی اس لڑائی میں برابر کے شریک تھے۔ایک دوسرے کو الٹے جواب دیتے، چھوٹی چھوٹی باتوں پہ ناک منہ چڑھاتے وہ زندگی کی تلخیوں سے کتنے دور تھے۔کوئی ان بچوں کے ہنستے چہرے دیکھ لے تو ان کے ساتھ کچھ برا کرنے کا سوچے ہی نہیں پر یہ دنیا بڑی کمبخت چیز ہے۔اپنے حصے کے دکھ اور درد سے کسی کو محروم نہیں رکھتی۔ان معصوم بچوں کی مسکراہٹوں کو بھی نہیں۔

☆☆☆

اسلام آباد کے ایک مصروف علاقے کا رخ کرو تو سڑکوں پہ دوڑتی گاڑیوں کا شور اور چلتے لوگوں کا رش تھوڑی دیر کے لئے انسان کو منجمد کر سکتا ہے۔ایسے میں

ریسٹورنٹس اور کیفیز سے آتی کھانے کی خوشبوؤں کو نظر انداز کر کے سڑک کے کونے میں کھڑے ہو کر گردن اونچی کر کے دیکھو تو تمہیں ایک جدید طرز کی بلند وبالا عمارت دکھائی دے گی۔ یہ عمارت شیشے اور سیاہ سنگ مرمر جیسے مواد سے بنی ہوئی تھی، جس کے کونے ترچھے اور جیومیٹری کے منفرد ڈیزائن میں کٹے ہوئے ہیں۔ عمارت کے اندر سے سنہری روشنی جھلک رہی ہے جو شام کے وقت ایک پر کشش اور پر وقار منظر پیش کر رہی ہے۔

ایسے ہی اس عمارت کی سب سے اوپری منزل پہ لفٹ سے ہو کر جاؤ تو مختلف راہداریاں تمہارا استقبال کریں گی۔ انہیں راہداریوں سے گزر کر تھوڑا آگے جاؤ تو ایک آفس کا دروازہ کھول کر ایک آدمی ابھی ابھی کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"سر یہ فائل آپ نے مانگی تھی۔" فہد میر سفید بٹن شرٹ کے نیچے سیاہ پینٹ پہنے ٹیبل پہ ایک فائل رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ وہ لگ بھگ چھبیس ستائیس کا لگتا تھا۔

اس کی آنکھوں کی ساخت ڈھلوان تھی۔ چہرے کے تاثرات نرم تھے اور فی الحال تو تھکان میں ڈوبے تھے۔

"اس فائل کو لانے میں زیادہ مشکل تو نہیں ہوئی؟" ہشام مرزا نے آنکھوں سے نظر کا چشمہ ہٹا کر ناک کی ہڈی دونوں انگلیوں سے دبائی۔ انداز میں تھکاوٹ ان کے بھی تھی۔

"تھوڑی بہت مشکل ہوئی تھی سر پر آپ کا کام تھا، نہ کرتا تو آپ کے سامنے کیسے کھڑا ہوتا۔" ہشام مرزا اس کی بات پہ مسکرائے پھر اسے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

www.novelsclubb.com

وہ تابعداری سے بیٹھ گیا۔ ان کا رویہ اپنے سیکرٹری کے ساتھ دوستانہ سا تھا۔ بلکہ ان کے آفس کے تمام لوگوں کے ساتھ ایسا ہی طرز عمل تھا۔ زندگی نے ان سے جب خاندان چھینا تب انہوں نے اپنے آفس اور اس کے لوگوں کو ہی اپنا خاندان بنا لیا تھا۔

"اور سر آپ کے بیٹے ارحم کے بارے میں بھی پتہ لگوایا ہے میں نے۔ وہ اس دن آپ کی سپیچ کے بعد فوراً ہی چلے گئے تھے۔ پھر تب سے اب کچھ دنوں پہلے نظر آئیے ہیں۔"

"اگر ہو سکے تو کچھ دنوں تک میری اور اس کی ایک اور ملاقات کا انتظام کروانا۔ ابھی تو وہ پچھلی بار کے بعد مجھ سے دوبارہ ملنا نہیں چاہے گا لیکن کچھ دنوں تک جب وہ تیار ہو تو میں اس سے پھر ملنا چاہوں گا۔" ایک ہاتھ سے فائل کے اندر کے کاغذات دیکھتے ہوئے وہ ساتھ ساتھ اسے ہدایات دے رہے تھے۔ فہد کچھ لمحے انہیں دیکھتا رہا۔ پھر کسی خیال کے تحت گویا ہوا۔

"سر آپ اپنے بیٹے سے ملنے پہ اتنے بضد کیوں ہیں؟ جہاں تک میں نے دیکھا ہے ،ارحم آپ کو ملنے کے خیال سے بھی دور بھاگتا ہے پھر کیوں؟" اتنے دنوں سے جو سوال وہ پوچھنا چاہ رہا تھا وہ آخر اس کی زبان سے ادا ہو گیا۔

www.novelsclubb.com

"میرا بیٹا جسے میں نے اتنے غم دیئے۔ جسے ہمیشہ اکیلا چھوڑا، جس کے فرائض میں نے کبھی ادا ہی نہیں کئے، اب اسے ان غلطیوں کا معاوضہ دینا چاہتا ہوں۔ کچھ حقائق ہیں جن سے وہ ناواقف ہے اور میں وہی حقائق اس تک پہنچاؤں گا۔ اپنے خاندان کو واپس جوڑوں گا۔ بے شک یہ میری زندگی کا آخری کام ہی کیوں نہ ہو لیکن روز قیامت میں اپنی بیوی کے سامنے جھکے ہوئے سر کے ساتھ نہیں جانا چاہوں گا۔" آخر میں ان کی آواز بوجھل تھی۔ بہت سا کرب تھا جو وہ دل میں چھپائے بیٹھے تھے۔ ان کے پاس تو شکوہ کرنے والا بھی کوئی نہیں تھا۔ دنیا نے انہیں کتنا اکیلا کر دیا تھا۔ سامنے بیٹھے فہد میر کو اپنے باس کے لئے دکھ ہوا تھا۔ بہت دکھ۔

☆☆☆

وہ لوگ یونیورسٹی سے واپسی پر ایک ساتھ ہی شاہ میر کے کسی دوست کے کیفے میں آئے تھے۔ یہ کیفے جی-6 سیکٹر میں واقع تھا۔ ایک چھوٹا سا کیفے جو آرام دہ نشستوں اور میزوں سے بھرا تھا۔ کرسیاں کھڑکیوں کے قریب لگی تھی جہاں سے باہر کی خوبصورت سڑک اور سبزہ چھوٹے سے باغ کی طرز پہ بنا نظر آتا تھا۔ کیفے کے اندر فیری لائٹس اور چھت سے لٹکتے فانوس کی روشنیاں دل کو مانوس کرتی تھیں۔ کافی اور کیک کی مہک نے فضا کو معطر کر رکھا تھا۔ معمول کی چہل پہل نے اس وقت ماحول کو خوشگوار تاثر دیا ہوا تھا۔ ایسے میں ایک میز کے گرد وہ دونوں بیٹھے تھے۔ بھورے رنگ کی بٹن شرٹ کے نیچے سفید کارگو پینٹ پہنے شاہ میر کے بھورے گھنگریالے بال ماتھے پہ بکھرے ہوئے تھے۔ اس کے سامنے سرخ اور سفید چیک شرٹ کے نیچے سیاہ پینٹ پہنے ارحم کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔ یہاں کا سکون اس کے دل کو بھلا معلوم ہوتا تھا۔

"تجھے اس کے بعد پھر کال آئی ہے کیا اس نمبر سے؟"شاہ میر نے ویٹر کو آرڈر لکھوا کر بھیجا تو پھر ارحم کی طرف متوجہ ہوا۔

"نہیں فی الحال تو مکمل خاموشی ہے۔اور ویسے بھی یہ جو بھی ہے ایک پیٹرن کے ساتھ کال کرتا ہے۔کبھی ایک ہفتے کا وقفہ دے کر اور کبھی تین دنوں کا۔اگلی کال شاید ایک دو دنوں میں آئے۔"اس دن کے بعد شاہ میر نے ایک بار پھر اپنے دوست کو کہہ کر اس نمبر کو ٹریس کروانے کی کوشش کی تھی لیکن کوئی سراغ نہیں ملا تھا۔

www.novelsclubb.com

"میں سچ کہوں تو میرا پہلا شک ہشام انکل پہ گیا تھا جب تم نے مجھے ان کالز کا بتایا لیکن مجھے نہیں لگتا یہ وہ کر سکتے ہیں۔"اس نے اپنے پرانے خیالات کو الفاظ دیئے تھے۔

"ہاں وہ سامنے آ کر بات کرنے والوں میں سے ہیں۔ ایسے چھپ چھپ کر کانٹیکٹ کرنا ان کا انداز نہیں۔"

"تیرا تو ایسا کوئی دشمن بھی نہیں۔ ہے کیا؟" آخری بات اس نے تشویش سے پوچھی۔ کیا پتہ ارحم کا کوئی حریف ہو جس سے وہ بے خبر ہو۔

"نہیں یار تجھے لگتا ہے میں دشمن بنانے والوں میں سے ہوں؟" اس نے اتنی معصومیت سے آنکھیں پٹپٹائیں کہ واقعی اس وقت ارحم سے زیادہ معصوم اور شریف اس پورے کیفے میں کوئی نہیں لگے گا۔

www.novelsclubb.com

"تیری کمینگی کے جو قصے مجھے پتہ ہیں ناں ان کے ہوتے ہوئے تو کم از کم تو ایسی نظروں سے مجھے نہ دیکھ۔" شاہ میر پہ خاک اثر ہونا تھا ان آنکھوں کا۔ ارحم نے کوشش ہی رد کر دی، شاہ میر کو اپنے پاک دامن کے ثبوت وہ اب نہیں دینے والا تھا۔

"اچھا ویسے کیا پتہ وہ آدمی خود ہی بتادے کہ وہ کون ہے۔ ابھی شاید وہ بس تیری اٹینشن لینا چاہتا ہو۔ لیکن اگر تجھے کچھ پتہ چلا تو مجھے پہلے بتائے گا تو۔" انداز میں تنبیہہ تھی۔ ان کا آرڈر بھی آگیا تھا۔ شاہ میر نے گرین ٹی کا گرم کپ اپنے سامنے رکھا۔ ارحم نے ایک چاکلیٹ پیسٹری اور آئیس کریم شیک کا بڑا گلاس اپنی طرف کھسکایا۔ ویٹر نے "اور کچھ" کی صدا لگائی اور پھر جواب انکار میں پا کر وہاں سے چلا گیا۔

"ویسے مجھے حیرت ہوتی ہے کے کبھی جو شخص ایک وقت میں تین لوگوں کا کھانا کھالیتا تھا اب اپنے سامنے اتنا کچھ دیکھنے کے بعد بھی صرف ایک کپ گرین ٹی پہ اکتفا کر لیتا ہے۔" اتنے سالوں بعد بھی شاہ میر کا یہ بدلاؤ اسے نئے سرے سے حیران کرتا تھا۔

"اب تو عادت ہو گئی ہے رامو کاکا۔ کھانے کا شوقین میں ابھی بھی ہوں لیکن اپنا کھانا بیلنس کرنا مجھے آ گیا ہے۔" ارحم کی پیسٹری سے ایک بائٹ لیتے ہوئے اس کی آنکھوں میں شرارتی چمک تھی۔ دوست کی پلیٹ سے کھانے پہ ذائقہ دگنا ہو جاتا ہے۔

"اچھا بس اب میرے کھانے کو نظر مت لگاؤ۔" اس کا ہاتھ اپنے سامنے سے جھٹکا۔ چہرے پہ ناپسندیدگی در آئی۔

"اور حماد سے کوئی بات ہوئی کیا تیری؟" ایک دوسرے کی کمپنی میں وہ اپنے تیسرے شیر کا ذکر نہ کریں ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔

"ہاں کل ہی ہوئی تھی۔ اس کی کلاسز شروع ہو گئی ہیں اس لئے موصوف مصروف رہتے ہیں۔"

www.novelsclubb.com

"اس کی کمی بڑی محسوس ہوتی ہے یار۔"وہ ہمیشہ ساتھ ہی اچھے لگتے تھے۔ایک بھی نہ ہو تو زندگی کے سارے رنگ کہیں غائب ہو جاتے۔

"ہوتی تو ہے۔"ارحم نے ٹھنڈی آئس کریم شیک کا ایک گھونٹ بھرا۔اف یہ مٹھاس۔لمحے بھر کو کون حماد؟ کہاں کا حماد؟ سب اس ٹھنڈی مٹھاس میں گھل گئے تھے۔

"ایکس کیوزمی؟"ان کے پاس چار لڑکوں کا ایک گروپ آکر کھڑا ہوا تھا۔شاہ میر نے چہرہ موڑ کر ان کی طرف دیکھا۔وہ لوگ اسے ہی دیکھ رہے تھے۔آنکھوں میں شناسائی کی رمق تھی۔

"شاہ میر سر؟ او گاڈ مجھے یقین نہیں آرہا کہ یہ واقعی آپ ہیں۔"ان میں سے ایک پٹھان لڑکا بولا تھا۔ان کے پیچھے کھڑے باقی لڑکے بھی اسی کی طرح پر جوش نظر آرہے تھے۔

www.novelsclubb.com

"یقین تو اکثر مجھے بھی نہیں آتا خود کو دیکھ کر کہ اتنا ہینڈسم لڑکا واقعی میں ہوں۔" ایک تو یہ سیلف آبسیشن اسے کچھ نہیں کرنے دیتا۔ ارحم نے ہمیشہ کی طرح اس کی تعریف پہ آنکھیں گھمائیں۔

"وہ تو ہے سر اس لئے پلیز بس ایک سیلفی ہمارے ساتھ لے لیں۔" اس نے موبائل آگے کیا تو شاہ میر نے مسکراتے ہوئے اس کے ہاتھ سے موبائل لے کر ارحم کو پکڑایا۔ ارحم نے ان کی تین سے چار تصویریں اتاری تھیں۔ پھر فون واپس کر کے وہ دونوں اپنی جگہ ایک بار پھر بیٹھ گئے۔

www.novelsclubb.com

"میں نے سر آپ کی ریسنٹ ساری پوسٹس دیکھی ہیں۔ آپ کچھ دنوں پہلے لاہور گئے تھے؟" وہ لوگ ابھی بھی وہیں کھڑے تھے۔ اب ان میں سے ایک اور لڑکا بول رہا تھا۔

"جی بس دوستوں کے ساتھ ایک ٹرپ رکھا تھا۔"

"آپ بھی تھے ناں ان کے ساتھ۔"انہوں نے ارحم سے تصدیق چاہی تو اس نے محض سر ہلا دیا۔

"ساتھ اور لوگ بھی تھے۔ آپ کے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی اس بار۔"وہ اب وہ بات کہہ رہے تھے جو وہ کب سے پوچھنا چاہتے تھے۔ لوگوں کا یہی تو مسئلہ ہوتا ہے ۔انہیں گوسپ چاہئے ہوتی ہے۔اور اگر وہ کسی مشہور انسان کی ہو تو سونے پہ سہاگا۔

"جی وہ بھی بس فیملی فرینڈ تھیں۔"شاہ میر نے زیادہ تفصیل بتانا ضروری نہیں سمجھا۔انفلیونسرز کا اپنی اور اپنے سے جڑے لوگوں کی پرائیویسی رکھنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ورنہ ان کے فینز اور ہیٹرز ان کے متعلق کافی حساس ہوتے ہیں۔ایک افواہ بھی سارے جگ میں آگ کی طرح پھیلتی ہے۔

www.novelsclubb.com

"اچھا وہ آپ نے پہلے کبھی کسی لڑکی کے ساتھ پوسٹ نہیں کی نہ تو اس لئے۔" آئرہ کے ذکر پہ ارحم سیدھا ہو کر بیٹھا تھا۔ وہ شاہ میر کو ملتی اس اٹینشن کا عادی تھا لیکن اس بار بات صرف شاہ میر کی نہیں ہو رہی تھی۔

"دوستوں کے ساتھ تو ہمیشہ کی ہے نا تو بس اس لئے انہیں بھی اپنا دوست ہی کنسیڈر کرتا ہوں۔ ویسے اب اگر۔۔" اس نے بات ادھوری چھوڑی تو ان لوگوں کو اشارہ مل گیا تھا۔ وہ مزید کوئی بات کئے بغیر وہاں سے شکریہ کرتے ہوئے نکلے تھے۔

www.novelsclubb.com

"شامی ویسے تمہیں ہماری گروپ فوٹو ایسے اپنی آئی ڈی پہ نہیں ڈالنی چاہئے تھی۔ تیرے فالورز کافی زیادہ ہیں۔ ایسے اس کی پرائیویسی متاثر ہو گی۔" اسے پتہ نہیں کیا کھٹکا تھا۔

"میں نے اس سے پوچھ کر ہی ڈالی تھی۔ اور ایک منٹ تجھے اتنے کیڑے کیوں کاٹ رہے ہیں؟ تو اس کی ماں لگتی ہے کیا؟"وہ محظوظ ہوا تھا۔ ارحم کے خول میں دراڑ آ گئی تھی اور شاہ میر اس کا پورا مزہ لینے کو تیار تھا۔

"ماں میں لگ بھی نہیں سکتا اور بس ایسے ہی مروتاً کہہ رہا تھا۔ انسانیت کا بھی کوئی تعلق ہوتا ہے۔ چاچو کے دوست کی بیٹی ہے، فیملی ٹرمز ہیں ہمارے۔ اس کی جگہ کوئی اور بھی ہوتا تو یہی کہتا میں۔"اتنی وضاحتیں؟ اتنی وضاحت تو ارحم اپنے چاچو کو بھی نہ دیتا۔ شاہ میر کی شیطانی مسکراہٹ منظر عام پہ آ چکی تھی۔

www.novelsclubb.com

"اچھا؟ فیملی ٹرمز ہاں؟ بڑی جلدی فیملی بنا لیا بھائی تو نے تو۔ یہ شرف تو مجھے اتنے سالوں بعد حاصل ہوا تھا اور اسے کچھ ہفتوں میں ہو گیا؟"ارحم کا بس چلتا تو اس طوطے کی زبان کو کچھ دیر کے لئے کاٹ کر اسی کھڑکی سے باہر پھینک دیتا لیکن

افسوس اسے لوگوں کے جاں نشین شاہ میر فرقان کی بولتی بند کر کے بد دعائیں نہیں لینی تھی۔

"اگر اپنی جان اور زبان پیاری ہے تو چپ کر جا۔ غلطی ہو گئی تجھے کچھ کہہ کر۔" اس نے پیسٹری کی آخری بائٹ لی۔ پھر ایک گھونٹ شیک کا بھرا۔ آنکھوں کے سامنے بے خیالی میں ہی وہ سبز آنکھیں آ کر گزری تھیں۔ اس نے سر جھٹکا۔ شاہ میر کی باتیں اس کے ذہن میں بیٹھنے لگی تھی۔

"مجھے تو اپنی جان پیاری ہے لیکن تجھے اب صرف اپنی جان سے غرض نہیں شاید۔" وہ اسے اتنی جلدی کیسے چھوڑ سکتا تھا۔ ابھی تو اسے وہاں بیٹھے مزہ آنا شروع ہوا تھا۔

ان سے تھوڑا فاصلے پہ دیکھو تو اندھیرے میں ڈوبے سب سے آخری ٹیبل پر کوئی بیٹھا تھا۔ موبائل کو چہرے کے سامنے کیے، جس کے کیمرے کا رخ ان دونوں کی

www.novelsclubb.com

طرف تھا۔ فریم میں ارحم کا چہرہ نظر آرہا تھا اور شاہ میر کی پیٹھ۔ شاہ میر اسے آگے جھک کر کچھ کہہ رہا تھا اور ارحم کی ناگواری ہنسی میں تبدیل ہو گئی۔ آنکھیں چھوٹی کئے ایک ہاتھ اپنے بالوں میں پھیرتے ہوئے وہ ہنس رہا تھا۔ پھر مسکرانے لگتا۔ فون میں لگاتار دو سے تین کلک اترے تھے۔ پھر اس لڑکے نے وہ کلکس کسی رسٹرکٹڈ نمبر پہ بھیجے۔ ساتھ ایک میسج بھی بھیجا تھا۔

"کیفے برلن، سیکٹر جی-6 مرکز، اسلام آباد۔" ایڈرس بھیج کر وہ جواب کا منتظر تھا۔ اگلے ہی لمحے نیچے کوئی ٹائپ کرنے لگا۔ ایک اور میسج۔

www.novelsclubb.com

“Do not let him be out of sight, even for a second.”

جواب میں او کے لکھ کر لڑکا اب اپنی نشست سے ٹیک لگائے انہیں دیکھ رہا تھا۔

نیم اندھیرے میں اس کا چہرہ نمایاں نہیں ہوتا تھا۔ بس آنکھیں نظر آ رہی تھی۔

زریں آنکھیں جو سازشی نگاہ اس پہ جمائے بیٹھی تھیں۔

ایسے جیسے کسی طوفان سے پہلے خاموشی، آگ کو ہوا دینے والی آندھی یا موت سے پہلے زندگی سازش رچ رہی ہو۔

☆☆☆

(جاری ہے)

www.novelsclubb.com